ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
١٨ ذی الحجہ ١٣٨٦ھ
٣١ مارچ ١٩٦٧ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور
ہدیہ ٢٥ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَعْقِدُ الشَّیْطَانُ عَلٰی قَافِیَةِ رَأْسِ اَحَدِکُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ یَضْرِبُ عَلٰی کُلِّ عُقْدَةٍ عَلَیْكَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ، فَاِنِ اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰهَ تَعَالٰی انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَاِنْ صَلّٰی انْحَلَّتْ عُقَدُهٗ کُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانَ"، مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ "قَافِیَةُ الرَّأْسِ" "اٰخِرُهٗ"

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب آدمی سو جاتا ہے۔ تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر گرہ پر (منتر) دم کر دیتا ہے کہ ابھی تو رات بہت باقی ہے سوئے جا پس اگر (اتفاقیہ) اس کی آنکھ کھل گئی، اور اس نے کچھ ذکر الٰہی کر لیا تو اس سے ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کر لیا تو (دوسری) گرہ بھی کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر نماز پڑھ لی، تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں اور صبح کو آدمی ہنسی خوشی اور تازہ دم ہو کر اٹھتا ہے۔ ورنہ مردہ دلی سست اور کاہل ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے (بخاری ومسلم)

"قافیۃ الراس" سر کا آخری حصہ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ، وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے لوگو! جب سلام کیا کرو، اور محتاجوں کو کھانا کھلایا کرو، اور جب لوگ سوئے پڑے ہوں، تو تم راتوں کو نمازیں پڑھا کرو، تو جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے (امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کر کے کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَاَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِیْضَةِ صَلٰوةُ اللَّیْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا ہے اور فرض نمازوں کے بعد افضل نماز قیام اللیل (تہجد) کی نماز ہے (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُفْطِرُ مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَا یَصُوْمَ مِنْهُ وَیَصُوْمُ حَتّٰی نَظُنَّ اَنْ لَا یُفْطِرَ مِنْهُ شَیْئًا وَکَانَ لَا تَشَاءُ اَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّیْلِ مُصَلِّیًا اِلَّا رَاَیْتَهٗ، وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَاَیْتَهٗ" رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں افطار کرنا شروع کرتے تو ہم گمان کرتے کہ آپ اس مہینہ میں کوئی روزہ ہی نہ رکھیں گے اور جب آپ روزہ رکھنا شروع کرتے تو ہم خیال کرتے کہ آپ اس مہینہ میں افطار نہیں کریں گے اور اگر تو چاہے کہ رات کے وقت آپ کو نماز پڑھتا ہوا نہ دیکھے، تو یہ تو دیکھ لیتا اور تو اگر چاہے کہ آپ کو سوتا ہوا پائے تو آپ کو سوتا ہوا پاتا (بخاری)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ مِنَ اللَّیْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰی لِسَانِهٖ فَلَمْ یَدْرِ مَا یَقُوْلُ.... فَلْیَضْطَجِعْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تہجد پڑھنے کو کھڑا ہو اور نیند کی وجہ سے قرآن کریم اس کی زبان سے ادا ہونا مشکل ہو، اور اسے یہ خبر نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو اسے چاہیے کہ وہ لیٹ جائے۔ (مسلم)

وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَا۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَیْقَظَ الرَّجُلُ اَهْلَهٗ مِنَ اللَّیْلِ فَصَلَّیَا۔ اَوْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ جَمِیْعًا کُتِبَ فِی الذَّاکِرِیْنَ وَالذَّاکِرَاتِ" رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک آدمی نے رات کو تہجد کے وقت اپنی بیوی کو جگایا پھر دونوں نے نماز پڑھی، یا یہ فرمایا۔ کہ دو رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں (یعنی) مرد ذاکرین میں اور عورت کو ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے ابو داؤد نے اسناد صحیح کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهٗ فِیْمَا بَیْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ کُتِبَ لَهٗ کَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّیْلِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے وظیفہ یا اسی قسم کی کسی چیز سے سو گیا پھر اس کو پڑھ لیا صبح اور ظہر کی نماز کے درمیان تو اس کے لئے (دیا ہی ثواب) لکھ دیا ہے جیسا کہ اس نے م- اس وظیفہ کو رات ہی کو پڑھا (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

سالانہ چندہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

فون نمبر: ۶۷۵۴۵

جلد ۱۲ || ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۱۹۶۷ء || شمارہ نمبر ۱۴

اسلام اور ہم

آج جس مجلس میں جاؤ، جہاں بیٹھو عوام و خواص سب مسلمانوں کے طرزِ عمل کے شاکی نظر آئیں گے۔ ہر شخص کی زبان پر مسلمانوں کی شکایت ہے۔ کوئی ان کے معاملات زیرِ بحث لا رہا ہے۔ کوئی ان کی دینداری کو موضوعِ بحث بنا کر ان کے عیوب گننے میں مصروف نظر آتا ہے، کسی کو عدل و انصاف کے تقاضوں سے ہٹ کر ان کی کنبہ پروری محلِ نظر دکھائی دیتی ہے۔ کوئی علماء و مشائخ کی کرتوتوں سے پردہ اٹھا کر اسلام پر طعن توڑنے میں لطف محسوس کرتا ہے غرض جتنے منہ ہیں اتنی ہی باتیں۔ ہر شخص بھانت بھانت کی بولی بول کر تان اسلام کے خلاف فقرہ کسنے پر توڑتا ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ بیچارے اسلام کی رسوائی کا ذمہ دار کون ہے؟ کس کی وجہ سے اللہ کا دین تضحیک کا نشانہ بنا ہوا ہے؟ کیا یہ سب باتیں سوچنے اور غور کرنے کی نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو پھر آئیے اس کے اسباب و علل تلاش کریں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی بھرپور کوشش کریں۔

ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک اس کی روح یا حقیقت ہے۔ انسان کی بھی ایک صورت ہے اور ایک اس کی روح یا حقیقت ہے۔ ظاہر ہے انسان بغیر روح کے بیکار محض ہے۔ جب تک روح اس میں موجود ہے سب اس کی قدر کرتے ہیں، اس پہ جان چھڑکتے ہیں لیکن جیسے ہی روح کا رشتہ بدن سے کٹ جاتا ہے، عزیز سے عزیز دوست اور رشتہ دار بھی اسے قبرستان پہنچانے میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ جہاں تک صورت انسان کا تعلق ہے وہ لاش کی شکل میں سامنے ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں بھی موجود ہوتی ہیں۔ کان، منہ، سر، ہاتھ اور پاؤں سب ساتھ ہوتے ہیں لیکن چونکہ روح نہیں ہوتی اور حقیقت سے جسم کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لئے نہ کان سن سکتے ہیں، نہ ہاتھ اور پاؤں حرکت میں آ سکتے ہیں، نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ دوسرے اعضا و جوارح میں قوتِ حیات باقی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے صورتِ انسان کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔ اعزہ و اقربا غم و الم محسوس کرتے ہیں، ماں، بہن، بھائی اور دوسرے اعزہ و اقربا اس کی صورت سے وقتی طور پہ تسکینِ خاطر محسوس کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ سب اسے دنیوی اعتبار سے بیکار خیال کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے لاش کو سپردِ خاک کرنے میں عجلت سے کام لیتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ صرف صورت مطلوب و مقصود نہیں بلکہ اس کی حقیقت اور روح مطلوب و مقصود ہے اور جب وہ موجود نہیں تو صورت سے صرف نا عاقبت اندیش یا بچے ہی دل بہلا سکتے ہیں جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے پھل لے کر ہی بہل جاتے ہیں حالانکہ نہ وہ کھانے کے ہوتے ہیں اور نہ ان میں ذائقہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان میں رس ہوتا ہے جو حقیقی پھل کی خصوصیات میں سے ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح یہ پھل بیکار ہے اسی طرح صورتِ انسان بھی محض دل بہلانے اور دکھلانے کی چیز ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہی صورت اعمال اور اسلام کی بھی ہے۔ اسلام کی بھی ایک صورت ہے اور ایک روح یا حقیقت ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ارکان اسلام کی ادائیگی صورتِ اسلام ہے اور حقیقتِ اسلام عبدیت کاملہ ہے، سب سے توڑ، رب سے جوڑ کا مظہر ہوتا ہے۔ اپنی مرضی کو اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کی مرضی پر قربان کر دینا ہے لیکن بدقسمتی سے یہی وہ جوہر ہے جو ہم میں مفقود ہے جس کی وجہ سے ہم تضحیک و استہزاء کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور اسلام کے مقدس نام کو بدنامی کا داغ دے رہے ہیں۔ پھر ان مسلمانوں سے قطع نظر کہ جن کا اسلام سے واجبی سا تعلق ہے اور وہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہو جانے کی وجہ سے سیاسی طور پہ مسلمان کہلانے پہ مجبور ہیں۔ لہٰذا ہر عام دیندار

قسم کے لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ حقیقتِ اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ وہ صورت اسلام کے تو شیدائی ہیں لیکن حقیقت اسلام نے ان کے اندر جھانک کر بھی نہیں دیکھا اور نہ انہیں حقیقتِ اسلام کی ہوا لگی ہے۔ شیخ الاسلام حجۃ اللہ فی الارض سیدی و مولائی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ میں تحریر فرمایا ہے کہ شمع جہاں بھی ہو پروانے خود بخود قربان ہونے کے لئے دوڑتے ہیں۔ نہ لالچ دلانے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ ڈرانے دھمکانے کی۔ صرف فطرت کی سلامتی درکار ہوتی ہے اور یہ کہ نورِ شمع بے حجاب ہو لیکن بدقسمتی سے آج ہمارے اعمال و اخلاق، شمع اسلام کے لئے حجاب بنے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہم اپنے اعمال و اخلاق کو نورِ ایمان کا آئینہ دار بنا لیں تو پروانے خود بخود لپکنے لگیں گے۔ بالفاظ دیگر حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ اگر ہم اپنے اندر حقیقت اسلام پیدا کر لیں تو تمام دنیا حصولِ ہدایت کے لئے ہماری طرف پروانہ وار لپکے گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

شہاب الدین غوری کی فاتحانہ تلوار کسی ایک متنفس کے دل کو بھی صداقتِ اسلام کے اعتراف کے لئے نہیں جھکا سکی ہوگی مگر اسی بادشاہ کا معاصر فقیر بے نوا۔ جن کو ہم خواجہ غریب نواز کہتے ہیں اور جو شہاب الدین غوری کی فتح کردہ دہلی میں نہیں، پرتھوی راج کی ہندوانہ راج دہانی اجمیر میں غوری سے تقریباً بیس سال پہلے آ چکا تھا۔ جب وہ بغیر کسی فوجی طمطراق کے فقیرانہ شان میں دہلی سے روانہ ہو کر اجمیر پہنچتا ہے تو خواجہ غریب نوازؒ کے کسی معتقد کی نہیں۔ اسلام کے کسی گرویدہ اور حلقہ بگوش کی نہیں بلکہ اسلام کے مخالف مسٹر آرنلڈ کی تحقیق یہ ہے کہ صرف اس ایک سفر میں اسلام کے اس سچے نمونے، رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق ہمدردیٔ خلقِ خدا کے پیکر، حقیقتِ اسلام کے مظہر اور انس و محبت کے اس چشمۂ شیریں کی غریب نوازی سے متاثر ہو کر سات سو خاندان شمع اسلام کے پروانے بنتے ہیں اور حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں۔ خود سرورِ کائنات فخرِ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جس وقت آپ نے ضلالت و گمراہی کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں میں شمع توحید روشن کی تو کیا آپ کسی ملک کے فرمانروا تھے؟ کیا کوئی مادی اقتدار آپ کے زیرِ نگیں تھا،

باقی صفحہ ۶ پر

تعارف ذی النورین رضی اللہ عنہ

حضرت علامہ دوست محمد صاحب قریشی نے شہید کبیر امیرالمومنین حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا اجمالی تعارف لکھا ہے جو شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔

● نسبی لحاظ سے حضورؐ کے قریب ترین رشتہ دار، آپ کی والدہ حضورؐ کی عمہ زاد (پھوپھی زاد) بہن تھیں ● آپؓ فاروق اعظمؓ ابو عبیدہؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے بھی پہلے اسلام لائے ● اسلام سے قبل بھی آپؓ مکہ بھر میں معزز و موقر تھے ● آپؓ کی حیا و سخاوت ضرب المثل تھی۔ ● آپؓ صدیق اکبرؓ کی طرح قبل اسلام بھی بت پرستی اور شراب سے بچے رہے۔ ● آپؓ کے چچا نے آپؓ کو رسیوں سے جکڑ کر ترک اسلام پر مجبور کیا لیکن آپؓ نے انکار کر دیا ● آپؓ ابراہیم و لوط علیہم السلام کے بعد پہلے شخص ہیں جنہوں نے اہل بیت سمیت ہجرت کا شرف حاصل کیا ● غزوۂ تبوک میں آپؓ کی امداد سے متاثر ہو کر حضورؐ نے تین مرتبہ آپؓ کے حق میں دعا کی ● آپؓ نے حضورؐ کے چار دن کے فاقے کی خبر سن کر آٹے، گندم اور چھوہاروں کی چند بوریاں، سالم بکری کا گوشت اور تین سو روپیہ نقد ارسال خدمت کر دیا۔ ساتھ ہی بہت سی پکی پکائی روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت بھی پہنچا دیا ● آپؓ کو حضورؐ کے نجی خطوط لکھنے کا شرف حاصل ہوا ● آپؓ ایام ممنوعہ کے بغیر روزے کا کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے ● آپؓ نے ایام قحط میں ایک ہزار اونٹ غلہ فقرائے مدینہ میں تقسیم کر دیا ● آپؓ نے غزوۂ تبوک میں حضورؐ کی اپیل پر ۱۰۰ اونٹ پھر ۲۰۰ اونٹ اور پھر ۳۰۰ اونٹ دینے کا وعدہ کیا۔ پھر چوتھی اپیل پر ایک ہزار اشرفیاں بھی پیش کر دیں ● آپؓ نے ایکبار نادانستہ غلام کا کان مروڑ دیا۔ پھر اس کے سامنے اپنا کان پیش کر دیا تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جائیں ● آپؓ کے عہد میں قیصر روم کا نام و نشان مٹ گیا ● آپؓ کی مجاہدانہ مساعی سے عیسائیت کا جسم بے جان ہو گیا ● آپؓ کی جدوجہد سے خراسان، جوین، بیہق، فیروز آباد، شیراز، طوس، نیشاپور، ہرات، بلخ وغیرہ مسلمانوں کے تسلط میں آ گئے ● آپؓ کو حضورؐ نے اپنا رفیق جنت قرار دیا ● آپؓ کے ہاتھ کو حضورؐ نے اپنا یا اپنے ہاتھ کو دست عثمانؓ قرار دیا ● آپؓ کو حضورؐ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا (دوبارہ) (بحوالہ نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۸۴) ● آپؓ کے انتظار میں حضورؐ مع صحابہؓ بیقرار ہوئے (غزوات حیدری) ● آپؓ کے حق میں حضورؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں ● آپؓ نے عمال کی بد انتظامیوں کے حالات سن کر انہیں حق پر عمل کرنے کی سخت تلقین و تاکید کی ● آپؓ دنیا بھر میں ذی النورین کے لقب سے مشہور ہوئے (نہج البلاغہ ص ۸۴ ج ۲) ● آپؓ کے علم و فضل کا اقرار سیدنا علیؓ نے کیا (نہج البلاغہ) ● آپؓ کے در دولت پر سیدنا علیؓ لوگوں کے وکیل بن کر مؤدبانہ آئے (نہج البلاغہ ص ۸۴ ج ۲) ● آپؓ نے دنیا میں اشاعت قرآن کر کے امت مسلمہ پر احسان عظیم کیا ● آپؓ نے جان کی قربانی دے دی لیکن ارض مدینہ کو مسلمانوں کے خون سے رنگین نہ ہونے دیا ● آپؓ نے ایران، خراسان، آرمینیا، آذربائیجان، مصر، اسکندریہ کی بغاوتوں کا خاتمہ کر دیا ● آپؓ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت سندھ اور کابل سے لے کر یورپ کی سرحد تک پہنچ گئی ● آپؓ کے دور خلافت میں سپاہیوں کی تنخواہ میں ایک ایک سو روپیہ اضافہ ہوا ● آپؓ نے نئے مفتوحہ علاقوں میں چھاؤنیاں قائم کیں ● آپؓ نے چراگاہوں میں مویشیوں کے لئے چشمے کھدوائے ● آپؓ نے دفاتر کے لئے وسیع عمارات بنوائیں ● آپؓ نے رعایا کی آسائش کے لئے سڑکیں، پل اور مسافر خانے بنوائے ● آپؓ نے نجد اور مدینے کی راہ میں ایک سرائے بنوائی اور اس سے ملحق ایک بازار بسایا ● آپؓ نے اس راستے پر آب شیریں کا ایک کنواں کھدوایا۔ ● آپؓ ہی کی رفاہی کوششوں کا نتیجہ ذیل کے کنوئیں ہیں۔ بیرسائب، بیر عامر، بیر رومہ، بیر عربیس ● آپؓ نے سیلاب کے خطرے کے پیش نظر مدینے سے تھوڑے فاصلے پر مدری کے قریب بند بنوایا اور نہر کھدوا کر سیلاب کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا ● آپؓ نے مسجد نبوی کی توسیع کر کے اسے ایک حسین عمارت میں تبدیل کر دیا ● آپؓ نے مساجد کی آبادی کے لئے تنخواہ دار مؤذن مقرر کئے ● آپؓ نے زمانہ نبوی میں کتابت قرآن کا اور زمانۂ خلافت میں تقریر و خلافت کا کام کیا ● آپؓ مذہبی علوم میں منتہی کا درجہ رکھتے تھے ● آپؓ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے ● آپؓ کا اجتہاد کردہ مسئلہ صحابہ کرام میں مستند سمجھا جاتا تھا ● آپؓ کو میراث کے مشکل ترین علم میں مہارت تامہ حاصل تھی ● آپؓ کا دامن مالدار ہونے کے باوجود مالداری کی برائیوں سے آلودہ نہ ہوا ● آپؓ کا دل ہمیشہ خوف خدا سے معمور رہتا تھا ● آپؓ قبروں پر سے گزرتے تو رقت طاری ہو جاتی ● آپؓ کے متعلق حضورؐ نے فرمایا اگر میری چالیس لڑکیاں ہوتیں تو عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا ● آپؓ حضورؐ کی تھوڑی سی تکلیف سے بے چین ہو جاتے تھے ● آپؓ حضورؐ کے رُخ مبارک کو دیکھ کر حضورؐ کے طبعی مقتضا کو سمجھ لیتے تھے ● آپؓ اہل بیت کا فاقہ برداشت نہیں کر سکتے تھے ● آپؓ نے اس ہاتھ کو عمر بھر پلیدی سے بچایا جس سے حضورؐ کی بیعت کی تھی ● آپؓ کے مبارک نام پر سیدنا علیؓ نے اپنے دو بیٹوں کے نام عثمان اکبر و عثمان اصغر رکھے (ابن سعد، ج ۳) ● آپؓ نے دس لاکھ اشرفیاں خدا کی راہ میں وقف کیں ● سینکڑوں بیواؤں، یتیموں اور غریب رشتہ داروں کی پرورش و کفالت آپؓ کا دستور العمل تھا ● ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنا آپؓ کا شعار تھا ● آپؓ گستاخی کرنے والے کو منہ پر شرمندہ نہیں کرتے تھے ● آپؓ کبھی لونڈیوں اور غلاموں کے باوجود اپنا

(باقی صفحہ ۸ پر)

خطبہ جمعہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۷ء

توکّل مسلمان کیلئے لازم ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفٰی : امّا بعد :
فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیمط :-

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥

(پ ۴ - س آل عمران - آیت ۱۲۲)

ترجمہ : اور چاہیئے کہ اللہ ہی پر مسلمان بھروسہ کریں۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ٥

(س آل عمران - رکوع ۱۷)

ترجمہ : بے شک اللہ توکّل کرنیوالوں کو پسند کرتا ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ مسلمان کو ہر حال میں اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ توکّل مسلمان پر فرض بھی ہے۔ اور توکّل کرنے والے اللہ کے ہاں محبوب بھی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جنہیں اللہ تعالےٰ جل شانہ پسند فرما لیں انہیں اللہ کے کسی عتاب یا عذاب کا خطرہ کب رہ سکتا ہے؟ متوکّلین کے لئے یہ اللہ رب العزت کا کیسا عجیب انعام ہے۔

تدبیر توکّل کے منافی نہیں

یہاں ایک غلطی کا ازالہ ضروری ہے بعض لوگوں نے توکّل کا یہ مطلب سمجھ رکھا ہے کہ انسان تدبیر نہ کرے، اپنے کو مہمل چھوڑ دے اور پھر اپنے کو متوکّل سمجھے حالانکہ یہ طریقہ غلط ہے البتہ اگر کوئی قوی القلب ہو اور تدبیر ظنّی ہو تو اس حالت میں تدبیر کا ترک کر دینا جائز ہے۔ اگر تدبیر محض وہمی ہو تو ایسی تدبیر کا ترک کر دینا ضروری ہے اور اگر وہ تدبیر دینی ہے تو اس کا ترک قابل مذمت ہے اور اگر تدبیر دنیوی ہو اور اس کا مفید ہونا عادتاً یقینی ہو تو اس کا ترک بھی ناجائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تدبیر توکّل کے منافی نہیں۔ البتہ تدبیر کی مختلف قسمیں ہیں اور اسی طرح لوگوں کے قلب کی حالت بھی مختلف ہوتی ہے۔ جس مرتبہ کا آدمی ہو اور جیسی تدبیر ہو اس کے موافق عمل کرے۔

توکّل کی قسمیں ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہایت سادہ اور دل نشین انداز میں اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ توکّل کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم خواص کا توکّل ہے اور دوسری قسم عوام کا توکّل ہے — خواص میں اوّل نمبر انبیاء علیہم السلام ہیں — یہ حضرات تمام خداداد قوتوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی نشر و اشاعت میں دن رات صرف کرتے ہیں اور اپنی ضروریاتِ زندگی کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام ضرورتیں فتوحاتِ غیبی سے پوری فرماتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے مخلص بندوں کے دل میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ فلاں چیز ان کی خدمت میں ہدیۃً پیش کر دو — پھر اللہ تعالےٰ جہاں سے چاہتے ہیں کچھ نہ کچھ بھجوا دیتے ہیں۔ اسے فتوحاتِ غیبی کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رزق کی کوئی صورت یا کوئی ذریعہ متعیّن نہیں ہوتا — نہ تجارت، نہ زراعت، نہ جائداد، نہ ملازمت بلکہ محض اللہ کے بھروسہ پہ اُسی کی رضاء حاصل کرنے کے لیئے وہ اپنی تمام کوششیں، صلاحیتیں اور قوتیں دین کی خدمت میں وقف کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہی ان کی ضروریات کی کفالت دستِ غیب سے مختلف صورتوں میں کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے تمام نبی رات اور دن اپنی مبارک زندگیوں کے مقدّس لمحات اشاعتِ دینِ خداوندی میں صرف فرماتے رہے۔ اور ان میں سے ہر ایک یہی اعلان فرماتا رہا کہ میری مزدوری اللہ رب العزّت کے ذمہ ہے اور میں اپنی خدمت کے عوض کوئی مزدوری دنیاوالو سے نہیں مانگتا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ملاحظہ فرمایئے :-

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط

(س الشعراء رکوع ۶ - پ ۱۹)

ترجمہ : اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری تو رب العٰلمین کے ذمّہ ہے۔

خود ہمارے آقا و مولا سید الانبیاء والمرسلین خاتم النبیّین، رحمت اللعالمین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شب و روز کا نظام الاوقات از روئے قرآن یہ تھا :-

رات کا نظام الاوقات

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ٥ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ٥ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ٥ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ٥ (س المزمّل رکوع ۱ پ ۲۹)

ترجمہ : اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کر مگر تھوڑا سا حصّہ آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا سا حصّہ کم کر دے یا اس پر زیادہ کر دو، قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرو۔

دن کا نظام الاوقات

اِنَّ لَكَ فِى النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۔

(س المزمل)

ترجمہ : بے شک دن میں آپؐ کے لئے بڑا کام ہے۔ یعنی دن میں اللہ تعالےٰ کے بندوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ پر ہے۔

اب اندازہ فرمایئے۔ نظام الاوقات شب و روز کا یہ ہے، دن اور رات یادِ الٰہی میں مشغول اور بندگانِ خدا کی تعلیم و تربیت اور تزکیے میں مصروف ہیں تو ضروریاتِ زندگی کیسے پوری ہوں۔ فرماتے ہیں :-

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ

اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۔ وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِہٖ ؕ

(س الفرقان رکوع ۵ پ ۱۹)

ترجمہ: کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے اور تم اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی تسبیح اور حمد کرتے رہو۔

حاصل یہ نکلا کہ میں تمہیں دین کی تعلیم بلا معاوضہ دونگا اور میری ضروریات کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ ہے۔

اعلانِ باری اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

(پ ۲۸ - س الطلاق - رکوع ۱)

ترجمہ: اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے سو وہی اس کو کافی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ خواص اپنی زندگی کے مبارک لمحاتِ طیبہ دینِ الٰہی کی نشر و اشاعت میں دن رات وقف رکھتے ہیں۔ قوم سے معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔ اور بظاہر ان کا کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں ہوتا مگر اس مقدس گروہ کی ضروریات اللہ تعالےٰ کی طرف سے پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اور وہی ان کا کفیل ہوتا ہے یہی خواص کا توکل ہے۔

عوام کا توکل عوام کے توکّل کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام کے کرنے میں سلسلۂ اسباب میں ہاتھ ڈالیں مگر اس کام میں خاطر خواہ نتیجہ نکلنے کی امید اپنی کارکردگی اور محنت کو نہ سمجھیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے فضل پر بھروسہ رکھیں۔ مومن خواہ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرے اس کا عقیدہ یہی ہونا چاہیئے کہ کام تو میں ہی کر رہا ہوں لیکن نفع و نقصان اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور نفع ہو تو اُسے اللہ تعالےٰ کا فضل سمجھا جائے۔ اس کے برعکس غیر مسلم کا نظریہ یہ ہوگا کہ یہ میری دانشمندی اور عقلمندی اور کارکردگی سے ہوا ہے۔ پس اس قسم کا توکل کہ ہر کام اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے، نفع و نقصان کا مالک وہی ہے، اسی کی منشاء و مرضی سے تمام کام انجام کو پہنچ سکتے ہیں اور ہر حال میں بھروسہ فقط اسی ذاتِ باری پر ہو سکتا ہے ہر مسلمان پر لازم ہے اور فرضِ عین ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو توکل کی دولت سے مالا مال فرمائے اور رات دن اپنی یاد میں شاغل رہنے اور دین کی نشر و اشاعت میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: اداریہ

معاذ اللہ کچھ بھی نہیں۔ ارضِ بطحا کے اس درِ یتیم کے پاس جو کچھ تھا وہ صدق و اخلاص تھا۔ عزم محکم تھا۔ اعتماد علی اللہ تھا۔ مختصر یہ کہ یہی موتی اگر آپ اپنے دامنِ ایمان میں ٹانک لیں تو اسلام کے ساتھ آپ کا مستقبل روشن ہو جائے گا۔

مصلحت دید من آں ست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و سرِ طرۂ یارے گیرند!

آیئے ان ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں ہم اپنے ایمانوں کے جیب و دامن ٹٹولیں اور دیکھیں کہ ہمارے پاس صرف صورتِ اسلام ہی باقی ہے یا حقیقتِ اسلام کا کوئی حصہ بھی ہمارے پلے ہے؟

سوچئے اور غور فرمائیے کہ اگر ہمارے اندر حقیقتِ اسلام موجود ہے تو کیا ہماری حقیقتِ اسلام ہم کو کسی برائی سے روکنے کی طاقت رکھتی ہے؟ کیا دنیوی مصلحتوں پر ہم اسلام کے اصول توڑنے سے باز رہ سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنے معمولی نفع کی خاطر یا نقصان کے ڈر سے اسلام کے اصولوں اور عدل و انصاف کے ضابطوں کو توڑنے پر آمادہ نہیں ہو جاتے؟ رشتہ داری اور خوفِ خدا میں ٹکراؤ کی صورت میں ہم کس کی طرف جھکتے ہیں۔ خوفِ خدا کا لحاظ کرتے ہیں یا خویش پروری کا۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو غیبت، دروغ گوئی، بددیانتی اور حرام خوری سے بری ہیں؟ کتنے ہیں جو اپنے فرائض کی بجاآوری میں خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کو ملحوظ رکھتے ہیں اور ملک و قوم کا سرمایہ غلط طریقوں سے نہیں سمیٹتے اور کتنے ہیں جو اللہ کے دین کی حفاظت اور اسلام کی سربلندی کے لئے جان و مال کی قربانی دینے میں پس و پیش نہ کریں؟

ان سوالات کو ذہن میں رکھئے اور اپنے قلوب سے مشورہ کیجئے کہ آپ میں کس حد تک حقیقتِ اسلام باقی ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں صورتِ اسلام کے ساتھ ساتھ حقیقتِ اسلام سے بھی بہرہ ور کرے۔ آمین!

نظربندی کی کرامت

یہ خبر سارے ملک میں اور خاص طور پر دینی حلقوں میں نہایت جوش و مسرت کے ساتھ سنی گئی کہ مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ، ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان، خطیبِ پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی مدظلہ، اور تین دیگر نظربند حضرات گورنر محمد موسیٰ کے احکامات کے تحت رہا کر دیئے گئے ہیں۔ ان پانچوں حضرات کو چھ ہفتے قبل ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کر کے دو دو ماہ کے لئے مختلف مقامات پر نظربند کر دیا گیا تھا۔ لیکن اب حکومت نے اپنے فیصلے پر نظرثانی کرتے ہوئے انہیں چند روز قبل ہی رہا کر دیا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ حکومت نے عوامی جذبات و احساسات اور رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے دانشمندانہ اقدام کیا ہے۔ ساتھ ہی ہمیں اس امر پر بھی خوشی ہے اور نظربندی ہی کی کرامت کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ گرفتاری کے وقت صرف "مسٹر" تھے اب "مولانا" بن کر رہا ہوئے ہیں۔ چند ہی روز میں یہ انقلاب واقعی حیرت انگیز اور قابل داد ہے۔ خیر ہم اس موقع پر حکومت اور رہا ہونے والے حضرات کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ رہا ہونے والے حضرات نظربندی کی تلخیوں کو فراموش کرتے ہوئے نہایت تندہی اور جوش و ولولے کے ساتھ پاکستان اور اسلام کے بقاء و تحفظ کے لئے از سرِ نو مصروفِ عمل ہو جائیں گے۔

نا دیدنی کی دید سے ہوتا ہے خونِ دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیئے

افادات امام اہلسنت مولانا الحاج محمد عبد الشکور فاروقی لکھنوی

فضائلِ عثمانؓ ○ اقوالِ صحابہؓ ○ خدائی انتقام

پہلا فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت —— یہ پہلا واقعہ تھا کہ مسلمان کی تلوار مسلمان پر — اور یہ پہلا فتنہ تھا جو اس امت میں برپا ہوا جس نے برکاتِ نبوت کا سلسلہ کاٹ دیا اور اسلامی فتوحات کا دروازہ بند کر دیا۔ مسلمانوں کی تلوار جو کفار پر چلتی تھی۔ اب آپس میں چلنے لگی۔ اور آج تک چل رہی ہے۔ ہیہات! ہیہات!!

قبل اسلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے —— قبل اسلام بھی بت پرستی نہیں کی اور شراب نہیں پی۔ اس صفت میں یہؓ اور حضرت صدیق رضؓ دونوں ممتاز تھے۔

بعد اسلام جب حضرت صدیقؓ کی رہنمائی میں عثمانؓ مشرف باسلام ہوئے تو قریش نے ان کو سخت ایذائیں دیں۔ ان کا چچا حکم بن عاص نے رسی سے باندھا اور کہا تم نے آباء کا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کیا ہے۔ خدا کی قسم جب تک اسے ترک نہ کروگے تم کو نہیں کھولوں گا۔"

عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔" خدا کی قسم میں دین اسلام کو کبھی ترک نہیں کرونگا۔"

آخر ظالم ظلم سے عاجز آ گئے اور آپ کو رہائی ملی۔ (تاریخ الخلفاء)

دامادیٔ رسولؐ کا شرف جب حضرت رقیہ رضؓ بنتِ رسولؐ کی وفات ہوئی تو ان کی بہن ام کلثوم رضؓ سے آپ کا نکاح ہوا — ان کی وفات ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا "میری کوئی اور بیٹی باقی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمانؓ سے کر دیتا۔"

دعائے رسولؐ آپ کی مالی خدمات سے متاثر ہو کر حضورؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ فرمایا۔" یا اللہ! عثمانؓ سے میں راضی ہوں تو بھی ان سے راضی رہ۔" اور صحابہ کرام سے فرمایا" تم بھی عثمان کے لئے دعا کرو۔"

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب نے دعا مانگی۔

تعظیم کلمۂ توحید انصار نے آپ کے دشمنوں کو تہ تیغ کر دینے کی اجازت مانگی تو آپؓ نے فرمایا۔ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میرے حکم سے لا الٰہ الّا اللہ پڑھنے والوں کا خون بہایا جائے۔ (اور آج لا الٰہ الّا اللہ پڑھنے والے لا الٰہ الّا اللہ پڑھنے والوں سے کیا کر رہے ہیں؟

حضرت عثمانؓ کے متعلق صحابہ کرام کے اقوال

قولِ علیؓ قیس بن عبادؓ راوی ہیں کہ —— میں نے جنگِ جمل میں حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ" اے اللہ! میں تیرے سامنے خونِ عثمانؓ سے بیزاری ظاہر کرتا ہوں۔ شہادتِ عثمانؓ کے دن مجھے اتنا غم ہوا کہ میری عقل زائل ہو گئی اور مجھے اپنی زندگی بری معلوم ہوئی۔ لوگ مجھ سے بیعت کرنے آئے تو میں نے کہا کہ:-

"میں ان سے حیا کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے بیعت قبول کر دوں جنہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا جس کی شان میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ —" اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں"۔ اور مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ عثمان رضؓ شہید کر دئے گئے اور ان کو دفن سے بھی روکا جاتا ہے۔"

قولِ محمد بن حاطب رضؓ میں مدینے میں آنے لگا تو میں نے حضرت علیؓ سے کہا —— اے امیر المومنین! ہم سے حضرت عثمانؓ کی بابت پوچھا جائے تو ہم کیا کہیں؟"

حضرت علیؓ نے فرمایا۔" تم یہ کہہ دینا کہ" اللہ کی قسم! عثمان رضؓ اِس آیت کے مصداق تھے:-

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○

جو لوگ ایمان لائے۔ پھر انہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور احسان و نیکی کی راہ پر چلتے رہے اور اللہ تعالیٰ احسان و نیکی کی راہ پر چلنے والوں سے پیار کرتے ہیں۔

قولِ سعید بن زید رضؓ "اے لوگو! تم نے جو ظلم عثمان رضؓ پر کیا اگر اس کی وجہ سے کوہِ احد اپنی جگہ سے ٹل جاتا تو حق بجانب تھا"

قولِ عبد اللہ بن مسعود رضؓ "اگر لوگ عثمان رضؓ کو قتل کر دیں گے تو پھر ان کا بدل نہ پائیں گے"۔

قولِ حذیفہ رضؓ لوگوں نے حضرت حذیفہ رضؓ سے پوچھا —" یہ مصری لوگ حضرت عثمانؓ پر بغاوت کر کے آئے ہیں کیا کریں گے؟"

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ——

"قتل کر دیں گے۔ مگر وہ (حضرت عثمان رضؓ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ) جنت میں جائینگے اور ان کے قاتل دوزخ میں جائیں گے"۔

قولِ عبد اللہ بن سلام رضؓ دیکھو! عثمان رضؓ کو قتل نہ کرنا ورنہ پھر تمہاری تلوار قیامت تک آپس میں چلتی رہے گی۔ جب کوئی قوم نبی کو قتل کرتی ہے تو اس کے بدلے ستر ہزار آدمی قتل کئے جاتے ہیں اور خلیفۂ نبی کو قتل کرتی ہے تو ۳۵ ہزار آدمی قتل ہوتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن سلام نے شہادتِ عثمان رضؓ کے بعد فرمایا:-

"لوگوں نے اپنے اوپر فتنہ کا دروازہ کھول لیا جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔"

قولِ ابوذر غفاری رضؓ "اگر عثمان مجھے سر کے بل چلنے کا حکم دیتے تو میں سر کے بل چلتا۔"

حضرت زید بن ثابت رضؓ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد بہت روئے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ شہادتِ عثمان رضؓ پر بہت غم آگین تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت سے برکاتِ نبوت اٹھا لی گئیں"۔

قولِ عبد اللہ بن عباس رضؓ "اگر سب لوگ قتل عثمان رضؓ پر متفق ہو گئے ہوتے تو یقیناً آسمان سے پتھر برستے۔"

قولِ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ خبر شہادت سن کر

فرمایا "لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ صلۂ رحم کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے تھے۔"

قولِ ثمامہ بن عدیؓ جب ان کو شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے خطبہ پڑھا اور بہت روئے۔ پھر فرمایا "اب خلافتِ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے جاتی رہی۔ البتہ اب سلطنت و بادشاہت ہو گی۔"

حماد بن زید کہتے ہیں کہ "چالیس دن سے زائد حضرت عثمانؓ کا محاصرہ قائم رہا۔ لیکن اس طویل مدت میں کوئی لفظ ان کی زبان سے ایسا نہ نکلا جس میں کسی بدبختی کو کوئی سہارا ملتا۔"

عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ "میں نے حضرت عثمانؓ کو ان کے عہدِ خلافت میں جمعے کے دن منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت وہ جو لباس پہنے ہوئے تھے اس کی قیمت چار پانچ درہم سے زیادہ نہ ہو گی۔ (اللہ اکبر! یہ تھے شرق و غرب میں پھیلی ہوئی اسلامی سلطنت کے فرمانروا۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ "میں نے زمانۂ خلافت میں حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ مسجد میں لیٹے ہوئے تھے اور سنگ ریزوں کے نشانات ان کے پہلو میں بن گئے تھے۔ لوگ کہتے تھے یہ امیرالمومنین ہیں اور اس حالت میں رہتے ہیں"۔ (سبحان اللہ و بحمدہٖ)

خدائی انتقام جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر زیادتیاں کیں ان کو اس دنیا میں بھی بدلہ ملا اور آخرت کی گرفت اس کے علاوہ ہے۔ چنانچہ حضرت نافعؓ کہتے ہیں کہ جہجاہ غفاری نے حضرت عثمانؓ کو ایک لکڑی مار دی تھی۔ اس کے پاؤں میں گوشت خورہ نکل آیا۔"

ابو قلابہؓ کہتے ہیں کہ "میں نے ملک شام میں ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "ہائے آتش دوزخ سے میری خرابی ہو" میں نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے منہ کے بل زمین پر گرا ہوا تھا۔ میں نے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا۔

"میں ان لوگوں میں تھا جو حضرت عثمانؓ کے گھر کے اندر ان کو شہید کرنے گئے تھے جب میں ان کے قریب گیا تو ان کی بی بی نے شور کیا۔ میں نے ایک طمانچہ ان کو مار دیا۔ حضرت عثمانؓ نے مجھ کو بد دعا دی کہ "خدا تیرے ہاتھ کاٹ دے اور تیرے پاؤں کاٹ دے اور تجھے دوزخ میں داخل کرے۔"

یہ سن کر میرے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا اور میں بھاگا اب میری یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ ہاتھ پاؤں تو میرے کٹ چکے، اب آتش دوزخ میں جانا باقی ہے۔" یہ سن کر میں نے کہا کہ "جا دور ہو۔"

یزید بن حبیب کہتے ہیں۔ کہ "جس قدر لوگ مصر سے عثمانؓ پر بغاوت کر کے آئے تھے ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کو جنون نہ ہو گیا ہو۔"

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد
تا دلے صاحب دلے نامد بدرد (رومیؒ)

بقیہ : تعارفِ ذی النورین

کام خود کرتے تھے ● آپؓ کی رات ذکرِ الٰہی میں اور دن امورِ خلافت میں کٹتے تھے ● آپؓ نے قرآن پڑھتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپؓ کے خون کے سرخ چھینٹے آج تک آیۂ مبارک فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ پر موجود ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شہادت دے رہی ہیں آج تک آیاتِ قرآنی

حافظ نور محمد انور

سلام اے فخرِ محبوبِ پیمبرؐ شانِ رحمانی
سلام اے صہرِ احمدؐ آشنائے رمزِ سبحانی

نبیؐ نے اپنا دستِ خاص تیرا ہاتھ فرمایا
تری عظمت کے جلووں کی فراواں ہے درخشانی

کیا بیرِ معونہ وقف تو نے ساری امت پر
یہ تھی اسلام کی خاطر عظیم الشان قربانی

خطابِ خاص ذی النورین کا بخشا گیا تجھ کو
کہ تیری زینتِ دامن تھیں دو دُرہائے نورانی

سخاوت بھی ہوئی مشہور تیری ساری دنیا میں
بفضلِ حق ہوئی جب تیری دولت میں فراوانی

ہوئی جب فوجِ اعداء حملہ آور تیرے مسکن پر
دکھائی اس گھڑی حسنینؓ نے شانِ نگہبانی

پیا جامِ شہادت تو نے کس انداز سے آخر
شہادت دے رہی ہیں آج تک آیاتِ قرآنی

ثنائے حضرتِ عثمان کر لے آج اے انور
کہ محشر میں ترے کام آئے گی یہ منقبت خوانی

قاری فیوض الرحمٰن

حق گوئی و بیباکی کی نادر مثالیں

بنو اُمیہ کا دور ہے، حجاج بن یوسف فرمان روا ہے، سعید بن جبیرؒ ایک مشہور تابعی کی گرفتاری کا حکم دے دیا جاتا ہے، شروع شروع میں حجاج کے والی سعید بن جبیرؒ کو گرفتار کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں، دولتِ امیہ اپنے دامنِ گرفت کو اور زیادہ سخت کر دیتی ہے آپؒ بھی اپنی طرف سے کوشش کرتے ہیں کہ اس کے ظالم پنجوں سے کسی طرح بچ سکیں، لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوتے، اس لئے کہ ایسی زبردست سلطنت کے پنجے سے بچ نکلنا عنقا ہوتا ہے، والیٔ مکہ ایک موقعہ پاکر اُن کو گرفتار کرتا اور حجاج بن یوسف کے دربار میں بھجوا دیتا ہے ذیل میں جو واقعہ پیش کیا جارہا ہے وہ اسلام کے ان سپوتوں کے ایک سپوت کی حق گوئی و بیباکی اور استقلال و ثابت قدمی کا ایک ایسا شاہکار ہے جسے ان کی تاریخ نے انمٹ حروف میں جوں کا توں محفوظ رکھا ہے۔ تاکہ آنے والی نسلیں اس سے سبق لے سکیں، یہ واقعہ ایک ایسی مثال پیش کرتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حق گوئی و بے باکی اُن بزرگوں کے دل ایسے مضبوط کر دیتی ہے جس سے یوں معلوم ہونے لگتا ہے گویا یہ بیباکی اُنہیں گھٹی میں پڑی تھی۔ باوجودیکہ وہ موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر خیال نہیں کرتے۔ باوجودیکہ وہ جلاد کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ دیکھتے ہیں مگر پرواہ نہیں کرتے۔ لاریب! وہ جانتے ہیں کہ اس دربار میں حق گوئی کا مظاہرہ کرنے والوں کی ضیافت و مہمانی اُن سونتی ہوئی تلواروں سے کی جاتی ہے جو جلادوں کے ہاتھ میں ہیں اور بلاشبہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ حق پرستوں کو حق پرستی سے باز رکھنے کی یہ ایک سازش ہے مگر شمشیر کی یہ سازش اُن کے بیمثال جذبۂ حق کے سامنے بالآخر سرنگوں ہو جاتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان حضرات کے نزدیک ظالم بادشاہ کے سامنے حق کا اعلان کرنا بہترین جہاد کہلاتا ہے، وُہ دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ کے سامنے بھی حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے ؎

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اچانک حجاج سعید بن جبیرؒ کو اپنے سامنے دیکھتا اور اُن سے مخاطب ہوتا ہے۔

حجاج ...... کون ہو؟ آپ فرماتے ہیں "سعید بن جبیر" حجاج انتہائی غصہ میں آجاتا ہے جس کی وجہ سے اُس کو اُن کے نام کے اچھے الفاظ بھی تلخ معلوم ہوتے ہیں۔ اور جوشِ غضب میں کہنے لگتا ہے۔ "أَنْتَ شَقِی بن کُسَیر" آپ فرماتے ہیں کہ "میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔ حجاج اور بگڑ جاتا ہے، اور کہتا ہے "تمہاری والدہ بھی بدبخت اور تم بھی" سعیدؒ کہتے ہیں "غیب کے جاننے والی ذات تیرے سوا کوئی اور ہے"

حجاج! (جل کر) دیکھو تو میں تم کو دنیا کے بدلے میں کیسی لپٹیں مارتی ہوئی آگ دیتا ہوں،

سعید! "اگر میں اسے صحیح جان لیتا تو تجھے اپنا معبود بنا لیتا" اب وہ حجاج جو اُن کے قتل کے بہانے ڈھونڈتا ہے اُن سے ایسے مذہبی سوالات کرنے لگتا ہے جو اپنے اندر سیاسی پہلو بھی لئے ہوئے ہیں۔

حجاج! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

سعید! آپؐ امام ہدیٰ اور نبی رحمت تھے۔

حجاج! خلفاء کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

سعید! لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ، میں اُن کا قاضی نہیں۔

حجاج! اُن میں کون افضل تھا؟

سعید! جو میرے مالک کی مرضی کا سب سے زیادہ پابند تھا،

حجاج! کون سب سے زیادہ رضا جو تھا؟

سعید! اس کا صحیح علم اُس ذات کو ہو سکتا ہے۔ جو اُن کے ظاہر و باطن سے پوری طرح باخبر ہے!

غرض اسی قسم کے سوالات و جوابات جاری رہتے ہیں، حضرت سعیدؒ اُسے کوئی موقعۂ گرفت نہیں دیتے بلکہ اپنے اوصاف اور جچے تلے الفاظ سے اُس کی برہمی میں اور زیادتی کر دیتے ہیں، آخر حجاج کھسیانا ہوکر آپ سے کہنے لگتا ہے

اے سعید! تم ہی بتاؤ۔ تمہیں کس طرح قتل کروں؟

سعید! یہ تو آپ کی پسند پر ہے، آپ جیسے مجھے قتل کریں گے، خدا ایسا تمہیں قتل کرے گا۔

حجاج! کیا میں معاف کردوں؟

سعید! عفو و درگزر ہو تو اللہ کی طرف سے، تم بھلا کسی کو کیا معاف کروگے!

اس جواب پر بحث ختم ہوتی اور حجاج کا حکم صادر ہوتا ہے، اور سعیدؒ جلاد کے ہمراہ باہر لائے جاتے ہیں۔

حجاج کا پورا رُعب و دبدبہ اللہ کے اس سعید بندے پر کسی طرح بھی مؤثر ثابت نہیں ہوتا، آپؒ باہر آکر ہنسنے لگتے ہیں، حجاج کو اس کی خبر ملتی ہے۔ وہ آپؒ کو واپس بلاتا اور وجہ دریافت کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "عَجِبْتُ مِنْ جُرأتِكَ عَلَى اللهِ وَحِلْمُ اللهِ عَلَيْكَ" مجھے خدا کے مقابلہ میں تیری اس جرأت و دلیری اور تیری نسبت اللہ کے حلم پر تعجب ہوا، حجاج اس گرم فقرے کو سُن کر آپے سے باہر ہونے لگتا ہے اور جلادوں کو آرڈر دیتا ہے کہ میرے سامنے اس کی گردن مار دو۔ ابن جبیر کے بیٹے سعید شہادت کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور اپنا رُخ قبلہ کی طرف کرتے ہوئے فرماتے ہیں، وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

حجاج! ان کا منہ قبلہ سے پھیر دو

(باقی صـ۱۲ پر)

از جناب وحید الدین خان صاحب

عقیدہ آخرت

جدید تحقیقات کی روشنی میں

ہمارا ہر قول و فعل اور ارادہ یہاں ریکارڈ ہوتا ہے

ہمارے تصور کے مطابق زندگی کا بقا
نقطے کی "آمد و رفت" کا نام نہیں ہے
جو شیشۂ ساعت (SAND GASS) کی طرح
بس خالی اور پُر ہوتی رہے، اس سے
آگے اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو —
بلکہ دوسری زندگی کا ایک عظیم مقصد
ہے اور وہ یہ کہ موجودہ دنیا کی
اچھائیوں اور برائیوں کا بدلہ دیا جائے۔
عقیدہ آخرت کا یہ جزو بھی اس
وقت بالکل ممکن نظر آنے لگتا ہے۔
جب ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات میں
حیرت انگیز طور پر ہر شخص کا نامۂ
اعمال رات دن ایک لمحہ کے وقفہ کے
بغیر ضبط (RECORD) کیا جا رہا ہے۔ آدمی
تین شکلوں میں اپنی ہستی کو ظاہر کرتا ہے
— نیت قول اور عمل یہ تینوں چیزیں
مکمل طور پر محفوظ کی جا رہی ہیں ہمارا
ہر خیال، ہماری زبان سے نکلا ہوا ہر
لفظ اور ہماری تمام کاروائیاں کائنات
کے پردہ پر اس طرح نقش ہو رہی
ہیں کہ کسی بھی وقت ان کو نہایت صحت
کے ساتھ دہرایا جا سکے اور یہ معلوم
ہو سکے کہ دنیا کی زندگی میں کس نے کیا
کہا، کس کی زندگی شر کی زندگی تھی اور
کس کی زندگی خیر کی زندگی۔

جو خیالات ہمارے دل میں گزرتے
ہیں۔ ہم بہت جلد انہیں بھول جاتے ہیں
اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ
ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے۔ مگر جب ہم
مدتوں کی ایک بھولی ہوئی بات کو خواب
میں دیکھتے ہیں۔ یا ذہنی اختلال کے بعد آدمی
ایسی باتیں بولنے لگتا ہے۔ جو ہوش و
حواس کی حالت میں اس کی زبان سے
نہیں سنی گئی تھیں، تو یہ واقعہ ظاہر
کرتا ہے۔ کہ آدمی کا حافظہ اتنا ہی
نہیں ہے، جتنا شعوری طور پر وہ محسوس
کرتا ہے۔ حافظہ کے کچھ خانے ایسے بھی
ہیں جو بظاہر شعور کی گرفت میں نہیں
رہتے۔ مگر وہ موجود ہوتے ہیں۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے تجربوں
سے ثابت ہوا ہے۔ کہ ہمارے تمام
خیالات مستقل طور پر اپنی شکل میں محفوظ
رہتے ہیں، حتیٰ کہ ہم چاہیں بھی تو انہیں
محو نہیں کر سکتے۔ یہ تحقیقات بتاتی ہیں کہ
انسانی شخصیت صرف وہی نہیں ہے، جسے
ہم شعور کہتے ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس نفس
انسانی کا ایک حصہ ایسا بھی ہے۔ جو
ہمارے شعور کی طرح کے نیچے موجود رہتا
ہے۔ یہ حصہ جسے فرائڈ تحت شعور —
(SUB-CONSIOUS) — لاشعوری (UNCONSIOUS)
کا نام دیتا ہے، یہ ہماری شخصیت کا بہت
بڑا حصہ ہے۔ نفس انسانی کی مثال سمندر میں
تیرتے ہوئے تودۂ برف کی سی ہے۔ جس
کا صرف نواں حصہ پانی کے اوپر دکھائی
دیتا ہے۔ اور بقیہ آٹھ حصے سطح سمندر کے
نیچے رہتے ہیں۔ یہی تحت شعور ہے۔ جو
ہمارے تمام خیالات اور ہماری نیتوں کو
محفوظ رکھتا ہے۔ فرائڈ اپنے اکتیسویں
لکچر میں کہتا ہے۔

"منطق کے قوانین بلکہ اضداد کے اصول
بھی لاشعور (ID) کے عمل پر حاوی نہیں ہوتے
مخالف خواہشات ایک دوسرے کو زائل
کئے بغیر اس میں پہلو بہ پہلو ہمیشہ موجود
رہتی ہیں۔ لاشعور میں کوئی ایسی چیز نہیں
جو نفی سے مشابہت رکھتی ہو۔ اور ہمیں
یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ لاشعور کی
دنیا میں فلسفیوں کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے
کہ ہمارے تمام دماغی افعال وقت اور فاصلہ
کے درمیان واقع ہوتے ہیں۔ لاشعور کے
اندر کوئی ایسی چیز نہیں جو وقت کے تصور
سے مطابقت رکھتی ہو۔ لاشعور میں وقت
کے گزرنے کا کوئی نشان نہیں اور یہ
ایک حیرت انگیز حقیقت ہے جس کے
معنی سمجھنے کی طرف ابھی تک فلسفیوں نے
پوری توجہ نہیں کی کہ وقت کے گزرنے
سے ذہنی عمل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی
ایسے خیالات جو کبھی لاشعور سے باہر
نہیں آئے بلکہ وہ ذہنی تاثرات بھی جنہیں
روک کر شعور میں دبا دیا گیا ہو، فی الواقع
غیر فانی ہوتے ہیں اور دسیوں سال تک
اس طرح محفوظ رہتے ہیں گویا ابھی کل وجود
میں آئے ہیں۔"

تحت شعور کا یہ نظریہ اب نفسیات
میں عام طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بات
جو آدمی سوچتا ہے۔ اور ہر اچھا یا برا
خیال جو اس کے دل میں گزرتا ہے۔
وہ سب کا سب نفس انسانی میں اس
طرح نقش ہو جاتا ہے۔ کہ پھر کبھی نہیں
مٹتا۔ وقت کا گزرنا یا حالات کا بدلنا
اس کے اندر ذرہ برابر کوئی تبدیلی پیدا
نہیں کرتا۔ یہ واقعہ انسانی ارادہ کے بغیر
ہوتا ہے۔ خواہ انسان اسے چاہے یا نہ
چاہے۔

فرائڈ یہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ کہ
نیات اور اعمال کا اس احتیاط اور حفاظت
کے ساتھ تحت شعور میں ضبط رہنا کارخانہ
قدرت کے اندر کون سے مقصد کو پورا
کرتا ہے، اس لئے وہ فلسفیوں کو اس
مسئلے پر سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔
مگر اس واقعہ کو آخرت کے نظریے کے ساتھ
ملا کر دیکھا جائے تو فوراً اس کی معنویت
سمجھ میں آ جاتی ہے۔ یہ واقعہ صریح طور
پر اس امکان کو ظاہر کرتا ہے کہ جب
دوسری زندگی شروع ہوگی تو ہر شخص
اپنے پورے نامۂ اعمال کے ساتھ وہاں
موجود ہوگا آدمی کا خود اپنا وجود
گواہی دے رہا ہوگا کہ کن نیتوں
اور کن خیالات کے ساتھ اس نے دنیا
میں زندگی بسر کی تھی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا
تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ
مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (پ ۲۶ سورۃ ق آیت ۱۶)

ترجمہ۔ اور ہم نے بنایا انسان کو اور
ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں، اس
کے جی میں اور ہم اس کے رگ جان سے بھی
زیادہ قریب ہیں۔

اب قول کے مسئلے کو لیجئے۔ نظریہ
آخرت یہ کہتا ہے۔ کہ آدمی اپنے اقوال
کے لئے جواب دہ ہے، آپ خواہ بھلی
بات کہیں یا کسی کو گالی دیں۔ آدمی اپنی
زبان کو سچائی کا پیغام پہنچانے کے لئے
استعمال کرے یا وہ شیطان کا مبلغ بن
جائے۔ ہر حال میں ایک کائناتی انتظام
کے تحت اس کے منہ سے نکلے ہوئے

الفاظ کا مکمل ریکارڈ تیار کیا جارہا ہے (مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْد) اور یہ ریکارڈ آخرت کی عدالت میں حساب کے لئے پیش ہوگا۔

یہ بھی ایک ایسی چیز ہے، جس کا ممکن الوقوع ہونا ہماری معلوم دنیا کے عین مطابق ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص بولنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت دیتا ہے تو اس حرکت سے ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ جس طرح ساکن پانی میں پتھر پھینکنے سے لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر آپ ایک برقی گھنٹی کو شیشہ کے اندر مکمل طور پر بند کردیں۔ اور بجلی کے ذریعہ سے اسے بجائیں۔ تو آنکھوں کو وہ گھنٹی بجتی ہوئی نظر آئیگی مگر آواز سنائی نہیں دے گی۔ کیونکہ شیشہ بند ہونے کی وجہ سے اس کی لہریں ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہیں یہی لہریں ہیں جو "آواز" کی صورت میں ہمارے کان کے پردے سے ٹکراتی ہیں۔ اور کان کے آلات انہیں اخذ کرکے ان کو ہمارے دماغ تک پہنچا دیتے ہیں اور اس طرح ہم بولے ہوئے الفاظ کو سمجھنے لگتے ہیں جس کو "سننا" کہا جاتا ہے۔

ان لہروں کے سلسلے میں یہ ثابت ہوچکا ہے، کہ وہ ایک مرتبہ پیدا ہونے کے بعد مستقل طور پر فضا میں باقی رہتی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ کسی بھی وقت انہیں دہرایا جاسکے، اگرچہ سائنس اس قابل نہیں ہوئی ہے کہ ان آوازوں یا صحیح تر الفاظ میں ان لہروں کو گرفت کر سکے جو قدیم ترین زمانے سے فضا میں حرکت کررہی ہیں۔ اور نہ ابھی تک اس سلسلے میں کوئی خاص کوشش ہوئی ہے تاہم نظری طور پر یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ایسا آلہ بنایا جاسکتا ہے۔ جس سے زمانہ قدیم کی آوازیں فضا سے لے کر اسی طرح سُنی جاسکیں جس طرح ہم ریڈیو سیٹ کے ذریعہ ان لہروں کو فضا سے وصول کرکے سنتے ہیں جو کسی براڈکاسٹنگ اسٹیشن سے بھیجی گئی ہیں۔

فی الحال اس سلسلے میں جو مشکل ہے وہ ان کو گرفت کرنے کی نہیں ہے بلکہ الگ کرنے کی ہے۔ ایسا آلہ بنانا آج بھی ممکن ہے، جو قدیم آوازوں کو گرفت کرسکے۔ مگر ابھی ہم کو ایسی کوئی تدبیر نہیں معلوم جس کے ذریعہ سے بیشمار ملی ہوئی آوازوں کو الگ الگ کرکے سنا جاسکے۔ یہی دقت ریڈیو نشریات میں بھی ہے۔ مگر اس کو ایک مصنوعی طریقہ اختیار کرکے حل کرلیا گیا ہے۔ دنیا بھر میں سینکڑوں ریڈیو اسٹیشن میں ہر وقت مختلف قسم کے پروگرام نشر کرتے رہتے ہیں یہ تمام پروگرام ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے ہر وقت ہمارے گردو پیش گزرتے رہتے ہیں بظاہر یہ ہونا چاہیئے کہ جب ہم ریڈیو کھولیں تو بیک وقت بہت سی ناقابل فہم آوازیں ہمارے کمرے میں گونجنے لگیں مگر ایسا نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام نشر گاہیں اپنی اپنی آواز کو مختلف طول موج پر نشر کرتی ہیں، کوئی چھوٹی کوئی بڑی اس طرح مختلف نشر گاہوں سے نکلی ہوئی آوازیں مختلف طول کی موجوں میں فضا کے اندر پھیلتی ہیں۔ اب جہاں کی آواز جس میٹر بینڈ پر نشر کی جاتی ہے۔ اس اس پر اپنے ریڈیو سیٹ کی سوئی گھما کر ہم وہاں کی آواز سن لیتے ہیں

اسی طرح غیر مصنوعی آوازوں کو الگ کرنے کا کوئی طریقہ ابھی دریافت نہیں ہوا ہے۔ ورنہ آج بھی ہم ہر زمانے کی تاریخ کو اس کی اپنی آواز میں سن سکتے تھے تاہم اس سے یہ امکان قطعی طور پر ثابت ہوجاتا ہے کہ آئندہ کبھی ایسا ہوسکتا ہے۔ اس تجربہ کی روشنی میں نظریۂ آخرت کا یہ جزو ہمارے لئے بعید از قیاس نہیں رہتا کہ انسان جو کچھ بولتا ہے۔ وہ سب ریکارڈ ہورہا ہے۔ اور اس کے مطابق ایک روز ہر شخص کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ ایران کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر مصدق ۱۹۵۳ء میں جب مقدمے کے دوران میں نظر بند تھے تو ان کے کمرے میں خفیہ طور پر ایسی ریکارڈنگ مشین لگا دی گئی تھیں جو ہر وقت متحرک رہتی تھیں اور ان کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو ریکارڈ کرلیتی تھیں تاکہ عدالت میں ان کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکے۔ ہمارا مطالعہ بتاتا ہے کہ اسی طرح ہر شخص کے ساتھ خدا کے فرشتے یا دوسرے لفظوں میں بہت سے غیر مرئی "حافظین" (RECORDER) لگے ہوئے ہیں جو ہمارے منہ سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو نہایت درجہ صحت کے ساتھ کائنات کی پلیٹ پر نقش کررہے ہیں۔

اب عمل کے مسئلہ کو لیجئے۔ اس سلسلہ میں بھی ہماری معلومات حیرت انگیز طور پر اس کا ممکن الوقوع ہونا ثابت کرتی ہیں۔ سائنس بتاتی ہے کہ ہمارے تمام اعمال خواہ وہ اندھیرے میں کئے گئے ہوں یا اجالے میں، تنہائی میں ان کا ارتکاب ہوا ہو یا مجمع کے اندر، سب کے سب فضا میں تصویری حالت میں موجود ہیں۔ اور کسی بھی وقت ان کو یکجا کرکے ہر شخص کا پورا پورا کارنامۂ حیات معلوم کیا جاسکتا ہے۔

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ ہر چیز خواہ وہ اندھیرے میں ہو یا اجالے میں ٹھہری ہوئی ہو یا حرکت کررہی ہو، وہ جہاں یا جس حالت میں ہو، اپنے اندر سے مسلسل حرارت خارج کرتی رہتی ہے۔ یہ حرارت چیزوں کے ابعاد و اشکال کے اعتبار سے اس طرح نکلتی ہے کہ وہ بعینہ اس چیز کا عکس ہوتی ہے جس سے وہ نکلتی ہے۔ جس طرح آواز کی لہریں اس مخصوص تھرتھراہٹ کا عکس ہوتی ہے۔ جو کسی زبان پر جاری ہوئی تھی۔ چنانچہ ایسے کیمرے ایجاد کئے گئے ہیں جو کسی چیز سے نکلی ہوئی حرارتی لہروں (HEAT WAVES) کو اخذ کرکے اس کی اس مخصوص حالت کا فوٹو تیار کر دیتے ہیں، جب کہ وہ لہریں اس سے خارج ہوتی تھیں۔ مثلاً میں اس وقت ایک مسجد میں بیٹھا ہوا لکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا، مگر یہاں اپنی موجودگی کے دوران میں میں نے جو حرارتی لہریں خارج کی ہیں، وہ بدستور موجود رہیں گی۔ اور حرارت دیکھنے والی مشین کی مدد سے خالی شدہ مقام سے میرا مکمل فوٹو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس وقت جو کیمرے بنے ہیں وہ چند گھنٹے بعد ہی تک کسی لہر کا فوٹو لے سکتے ہیں۔ اس کے بعد کی لہروں کا عکس اتارنے کی طاقت ان میں نہیں ہے

ان کیمروں میں انفراریڈ شعاعوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ اندھیرے اور اجالے میں یکساں فوٹو لے سکتی ہیں۔ امریکہ اور انگلینڈ میں اس دریافت سے کام لینا شروع ہوگیا ہے۔ چند سال پہلے کی بات

بقیہ - عقیدہ آخرت

ہے۔ ایک رات نیویارک کے بعد ایک پُراسرار ہوائی جہاز چکر لگا کر چلا گیا۔ اس کے ذرا بعد مذکورہ بالا کیمرے کے ذریعہ فضا سے اس کی حرارتی تصویر لی گئی اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگیا کہ اڑنے والا جہاز کس ساخت کا تھا۔ (ریڈرز ڈائجسٹ، نومبر ۱۹۶۰ء) اس کیمرے کو مصور حرارت (EVAPORAGRAPH) کہتے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان ٹائمس نے لکھا تھا کہ اس کا مطلب یہ کہ آیندہ ہم تاریخ کو پردۂ فلم پر دیکھ سکیں گے۔ اور ہوسکتا ہے۔ کہ پچھلے ادوا کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات ہوں جو ہمارے موجودہ تاریخی نظریات کو بالکل بدل ڈالیں۔

یہ ایک حیرت انگیز دریافت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح فلم سٹوڈیو میں نہایت تیز رفتار کیمرے ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی تمام حرکات و سکنات کی تصویر لیتے رہتے ہیں، اسی طرح عالمی پیمانے پر ہر شخص کی زندگی فلمائی جارہی ہے آپ خواہ کسی کو تھپڑ ماریں یا کسی غریب کا بوجھ اٹھادیں اچھے کام میں مصروف ہوں یا بُرے کام کے لئے دوڑ دھوپ کر رہے ہوں، اندھیرے میں ہوں یا اُجالے میں، جہاں اور جس حال میں ہوں، ہر وقت آپ کے تمام عمل کائنات کے پردہ پر نقش ہورہا ہے، آپ اسے روک نہیں سکتے۔ اور جس طرح فلم اسٹوڈیو میں دہرائی ہوئی کہانی کو اس کے بہت بعد اور اس سے بہت دور رہ کر ایک شخص اسکرین پر اس طرح دیکھتا ہے، گویا وہ عین موقع واردات پر موجود ہو۔ ٹھیک اسی طرح ہر شخص نے جو کچھ کیا ہے۔ اور جن واقعات کے درمیان اس نے زندگی گزاری ہے، اس کی پوری تصویر ایک روز اس کے سامنے اس طرح آسکتی ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر پکار اُٹھے:

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا (پ ۱۵ سورۃ الکھف آیت ۴۹)

ترجمہ۔ یہ کیسا دفتر ہے جس نے میرا چھوٹا بڑا کوئی کام بھی درج کئے بغیر نہیں چھوڑا ہے اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر انسان کا مکمل اعمالنامہ تیار کیا جا رہا ہے، جو خیال بھی آدمی کے دل میں گزرتا ہے، وہ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ نہایت صحت کے ساتھ ریکارڈ ہو رہا ہے، ہر آدمی کے اردگرد ایسے کیمرے لگے ہوئے ہیں جو اندھیرے اور اجالے کی تمیز کئے بغیر شب و روز اس کا فلم تیار کر رہے ہیں گویا انسان کا قلبی عمل ہو یا لسانی عمل یا عضوی عمل، ہر ایک نہایت باقاعدگی کے ساتھ درج کیا جا رہا ہے اس حیرت انگیز صورت حال کی توجیہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ خدا کی عدالت میں ہر انسان کا جو مقدمہ پیش ہونے والا ہے، یہ سب اس کی شہادت فراہم کرنے کے انتظامات ہیں جو خود عدالت کی طرف سے کئے گئے ہیں کوئی بھی شخص ان واقعات کی اس سے زیادہ معقول توجیہہ پیش نہیں کرسکتا۔ اب اگر یہ صریح واقعہ بھی آدمی کو آخرت میں ہونے والی باز پُرس کا یقین نہیں دلاتا، تو مجھے نہیں معلوم کہ وہ کون سا واقعہ ہوگا جو اس کی آنکھ کھولے گا۔

بقیہ حق گوئی و بیباکی کی نادر مثالیں

سعید! فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ "جدھر تم پھروگے اللہ اُسی طرف ہے"

حجاج! اوندھا ڈال دو۔

سعید! مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

(ہم نے اسی زمین سے پیدا کیا، اسی میں لوٹائیں گے اور اسی سے ایک دفعہ پھر تم کو نکالیں گے)

حجاج آپ کی سیف زبانی سے تنگ آکر جلاد کو جلدی کا حکم دیتا ہے

سعید! کلمہ شہادت پڑھتے اور حجاج کو گواہ بناتے ہوئے فرماتے ہیں "دو سُن لے! یہاں میری جان تو لے لے۔ میدان محشر میں میں تجھ سے لے لوں گا!" آپ کی زبان سے یہ لفظ ادا ہوئے ہیں، جلاد کا ہاتھ اُٹھتا ہے، آپ کا سر تن سے جدا ہوتا ہے، انا للہ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ "

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

آپ کے جسم سے اس قدر خون نکلتا ہے کہ حجاج حیرت میں آکر اپنے طبیب کو تفتیش کا حکم دے دیتا ہے طبیب خاص کی رپورٹ تیار ہو جاتی ہے اور یوں عرض کرتا ہے حضور! اور مقتولوں کے ڈر کے مارے آدھے خون خشک ہو جاتے ہیں برعکس سعید بن جبیر کے! اس کا دل پوری طرح مطمئن تھا، ان کی طبیعت بالکل آسودہ اور آرمیدہ تھی، اضطراب و بے چینی کا اُس طرف گزر نہیں ہوا، اس لئے خون اصلی مقدار پر قائم رہا۔ یہ واقعہ شعبان ۹۵ھ کا ہے اور رمضان کے بعد اُسی سال حجاج بھی اس دنیا سے روپوش ہو جاتا ہے

ذوق وعبرت

فیض لودھیانوی لاہور

علت زوال

غلط ہے کہ ہم کو فرنگی نے مارا
ہمیں باہمی خانہ جنگی نے مارا
بٹے لاکھ فرقوں میں فیض اہل وحدت
عقاید کی اس رنگا رنگی نے مارا

اعترافِ عجز

مِرے دل میں ہیں کئی ولولے
مِرا بس چلے تو میں یوں کروں
مگر اے خُدا ترے سامنے
مِری کیا مجال مَیں چُوں کروں

خُون انسانیت

اہل مذہب رو رہے ہیں آج تک اس بات کو
اِتنے ہندو مر گئے اتنے مسلمان مر گئے
وائے محرومی کسی کو یہ خیال آتا نہیں
کتنے انسانوں کے ہاتھوں کتنے انسانوں مر گئے

معیارِ اتّحاد

دو شریف انسان چاہے اُن کا مذہب کچھ بھی ہو
مِل کے رہ سکتے ہیں آپس میں نہایت پیار سے
دو رذیل انسان چاہے اُن کا مذہب ایک ہو
بچ کے رہ سکتے نہیں ہر روز کی تکرار سے

قبلہ حضرت سرگودھوی نور اللہ مرقدہٗ کی بارگاہ علیا میں

(مولانا قاضی عبدالکریم، کلاچی)

(۳)

۲- آپ کی ایک پیشگوئی جو حرف بحرف پوری ہوئی

بعض بندگانِ خدا کو اجل موعودہ کا کچھ قرائن سے پتہ چل جاتا ہے اور بعض اوقات بعض حکم اور مصالح کی بنا پر اس کا صراحۃً یا اشارۃً اظہار بھی فرما دیتے ہیں۔ اصل اس باب میں بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ارشادات ہیں جن میں سے بعض میں اشارۃً اور بعض میں صراحۃً آپ نے قرب وصال کی خبر دی۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے فرمایا مناسک حج کو اچھی طرح مجھ سے سیکھ لو شاید اس کے بعد میں آپ کے ساتھ حج پر اکٹھا نہ ہو سکوں یا حج نہ کر سکوں۔ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو والی یمن کی حیثیت سے رخصت فرمانے لگے اور بذاتِ خود ان کی سواری کے ساتھ چند قدم چلے مشایعت فرمائی اور ان کو ضروری ہدایات دے کر فرمایا "معاذؓ شاید پھر ہماری ملاقات نہ ہو سکے۔

جس پر حضرت معاذؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جدائی کا صدمہ معلوم کر کے خوب روئے۔ آپؐ نے ان کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا:۔

ان اولی الناس بی المتقون من کانوا حیث کانوا۔ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم

معاذؓ! "دور رہنے کی وجہ سے غم میں نہ پڑو" سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں کوئی بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ گویا ع

بعد منزل نبود در سفر روحانی

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی آپؐ نے صراحۃً بتلا دیا تھا کہ میں عنقریب دنیا فانی سے رخصت ہونیوالا ہوں۔ اور یہ بھی کہ اہلبیت میں تم ہی سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔

مرض الوفاۃ کے خطبہ میں بھی آپ نے صریح لفظوں میں اپنے قرب اجل کا اعلان عام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کے بعض امتیوں کو بھی اس اعزاز سے نوازا گیا انہیں قرب اجل کی اطلاع ہو گئی تاکہ خود بھی پوری تیاری کر سکیں اور مستفیدین کو بھی ان سے استفادہ میں خوب موقعہ مل سکے اور اس طرح ان کی غیر متوقع وقت پر موت بھی درحقیقت ان کے یا ان کے خواص کے حق میں موت فجاءۃ نہیں رہتی یعنی وہ فجاءۃ رحمت بن جاتی ہے کہ سکرات وغیرہ کی مزید تکلیف سے حفاظت رہ جاتی ہے نہ کہ فجاءۃ حسرت کہ جس میں توبہ اور انابت کا موقعہ نہیں ملتا۔ مشکوٰۃ شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے؛ کہ

"موت فجاءۃ مومن کے لئے رحمت اور منافق کے لئے حسرت اور ندامت ہے"۔

سیدۃ النساء اہل الجنّۃ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی قبل از وقت فرما دیا تھا آج میرا انتقال ہوگا۔ اور پھر غسل کر کے کپڑے بدل کر اپنے مصلّیٰ پر رو بقبلہ لیٹ گئیں اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بھی شب برأت ۱۵ شعبان المعظم کے دوسرے ہی دن اپنے متعلق اپنی اہلیہ سے فرما دیا تھا کہ:۔

"کیا حال ہوگا اس شخص کا جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہے کہ اس کا نام اسی سال میں وفات پانے والوں کی فہرست میں آ گیا ہے"!

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی "الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر" میں نقل کیا گیا ہے کہ:۔

"جس سال جمادی الاولیٰ میں آپ کا وصال ہوا۔ اسی سال شوال ہی میں بعض خواص سے اس کا تذکرہ آ چکا تھا کہ میں عنقریب جانے والا ہوں"۔

مخدومی حضرت سرگودھوی کے متعلق یہ تو نہیں سنا گیا کہ آپ نے قربِ اجل کے متعلق کچھ فرمایا ہو لیکن تینتیس سال قبل آپ نے اپنے وصال کی حسن کیفیت کا جو نقشہ اپنے ہی ایک شعر میں کھینچا تھا حضرت حق جل مجدہٗ نے اپنے اس نیک بندے کی اس پیش گوئی کو حرف بحرف سچا دکھا کر آپ کو اپنے فضل و کرم سے لو اقسم علی اللہ لابرہ کی صف میں شامل فرما دیا۔ فالحمد للہ۔ حاضرین جنازہ نے وصال کی حسن کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:۔

"شب جمعہ آپ کی طبیعت سنبھلی ہوئی تھی جیسے کہ رات کا کھانا کھایا آم ٹھنڈا کر کے تناول فرمایا۔ صاحبزادہ محترم مولانا قاری عبدالسمیع صاحب سلمہٗ کو پشاور سیرت کانفرنس سرگودھا کے سلسلہ میں روانہ فرمایا۔ بڑے صاحبزادہ اور جانشین حضرت مولانا احمد سعید صاحب مدظلہٗ کو گنجیال جمعہ پڑھانے کی غرض سے اجازت دے دی۔ جمعہ کی مبارک شب میں رات گئے تک علماء و طلباء کے ساتھ مجلس اُنس و قدس جمی رہی۔ آخر لیل کی مبارک ترین ساعت میں کچھ درد غالباً پہلو میں اٹھا۔ ایک خوش قسمت طالب العلم کے حصہ میں آخری خدمت کی سعادت مقدر تھی اسے جگایا اور مقام درد کو ملنے کا حکم دیا۔ قرآن فجر کے وقت مشہود کی اذان ہونے والی تھی کہ آپ نے طالب العلم کو رخصت کیا اور سنا ہے کہ خود اُٹھ کر علاجِ درد کے طور پر کمر یا پہلو کو کپڑے سے باندھا اور استراحت کے لئے لیٹ گئے۔ صاحبزادہ احمد شفیع صاحب نماز پڑھوا دینے کی غرض سے حاضر ہوئے تو استاد الحدیث مولانا خدا بخش صاحب نے انہیں مشورہ دیا کہ ذرا آرام کرنے دیں خود جامع مسجد میں نماز پڑھا کر آئیں تو آپ کو اٹھائیں ولد صالح نماز پڑھا کر جگانے آتے ہیں تو روح مبارک کو ممسک عند اللہ پاتے ہیں ولقد صدق عزّ من قائل۔

اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذالک لایات لقوم یتفکرون ۵

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کھینچ لیتے ہیں جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھیرایا اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک ٹھیرے وعدہ تک البتہ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں۔

(ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ)

آیت ہذا کی عام طور پر یہی تفسیر کی جاتی ہے اور صحیح بھی ہے کہ توفی کی نسبت اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب بلحاظ آمر ہونے کے ہے۔ اور قل یتوفاکم ملک الموت میں ملک الموت کے طرف بحیثیت مامور کے۔ لیکن بعض نے فرمایا ہے کہ اس میں توفی کی دو قسموں کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ یعنی بعض لوگوں کے ارواح تو ملک الموت قبض کرتے ہیں مگر بعض کی توفی بعض خصوصیات کے باعث بلاواسطہ ملک خود ذات باری تعالےٰ کے حکم محض سے ہوتی ہے گویا ان کے خیال میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس ملک الموت کا آنا بھی محض استیذان حصول اجازت اعزازاً اور اطلاع کے لئے ہوتا ہے۔ قبض روح بلاواسطہ ملک خود مالک الملک ہی فرماتے ہیں۔

منامی موت بھی اگر بعض خواص کی اسی قسم سے ہو تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ آیت مذکورہ میں جہاں موت فی حالت المنام کا ذکر ہے وہاں توفی کی نسبت ذات پاک ہی کے جانب ہے۔ ہو سکتا ہے نم کنومۃ العروس میں بھی منام کا ذکر خیر اسی جانب مشیر ہو کہ اطمینان اور سکون قلبی میں اس حالت کو خاص دخل ہے۔ غزوۂ احد میں پریشانی کے بعد جب سکینہ نازل فرمایا گیا تو وہاں بھی ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا۔ اونگھ اطمینان دلانے والی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اپنے قریب العہد بزرگوں میں شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز "جن کے سید الاولیاء ہونے میں تقریباً اولیاءِ عصر کا اجماع سا ہو گیا تھا" کا وصال بھی کچھ ایسی ہی حسین کیفیت سے ہوا تھا۔ وہاں بھی آپ آرام ہی کی غرض سے لیٹ گئے تھے۔ وہاں بھی صاحب زادہ والا جاہ نماز کے لئے جگانے کی غرض سے ہی حاضر ہوئے مگر آپ کو سدرہ نشین پایا رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ فرق تھا تو یہ کہ وہاں قیلولہ کی غرض سے آرام فرمایا گیا تھا اور یہاں تعریس کا وقت تھا۔ وہاں شب جمعہ "لیل ازہر" کی آمد تھی اور یہاں یوم جمعہ "یوم اغر" کی۔ فسبحان اللہ ما اشبہ الیوم بالبارحۃ ؎

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است
خم و خم خانہ با مہر و نشاں است

بہرحال مومن اور پھر صالح کے لئے موت منامی اور پھر وقت تعریس یا شہود ملائکہ "امنۃ" اور "نومۃ العروس" ہی کا کچھ نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بہرحال وصال کی حسین کیفیت یہ رہی کہ چٹ منگنی پٹ بیاہ۔ یہی سکرات یہی وصال۔ حکم ملا تو فوراً سے پہلے تعمیل اسی کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ جس میں اللہ نے اپنے بندے سے جھوٹ نہیں کہلوایا۔ تینتیس سالہ قدیم شعر یہ ہے ؎

اشارے نے چو رسد کای شفیع خستہ بیا
پرم بروح و کنم نقل تن ازو بیزار

فرمایئے جو کچھ کہا تھا وہی سچ نکلا یا نہیں۔ فواللہ لقد صدق ما عاھد اللہ علیہ۔

عارف روم رحمہ اللہ نے فنا فی اللہ بزرگوں کے متعلق خواہ مخواہ تو نہیں کہہ دیا تھا کہ ؎

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعا است
فانی است و گفت او گفت خدا است

آپ کے بعض اشعار

آپ کے ایک الہامی شعر کا ذکر آ گیا تو استطراداً آپ کے بعض دوسرے اشعار بھی ہدیۂ غمزدگان کئے جاتے ہیں۔ شاعری میں آپ کا کیا مقام تھا۔ یہ تو اہل فن ہی جانتے ہوں گے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یک سالہ علمی محنت میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو جس وہبی علم سے نوازا اس کے باعث مناسبت غیر ضروری علوم تک سے ہو گئی تھی۔ درج ذیل چند اشعار اصحاب صورت کو مطمئن کر سکیں یا نہ ارباب معنی کے لئے تو ضرور ہی باعث تسکین ہوں گے۔ انشاء اللہ وھو المراد۔

فارسی کا شعر تو نذرِ ناظرین ہو چکا اردو میں فرمایا ہے ؎

کاش کہ ہوتا مدینہ اور شفیعِ خستہ دل
آنکھ کا سرمہ بناتا خاکِ کوئے مصطفےٰ

؎

ای شفیع بے نوا ہے درد دل کی یہ دوا
رکھ تصورِ یار کا جوں جوں کہ دل گھبرائے ہے

کسی نے کہا تھا ؎

آنکھ نے تو آنکھ دیکھی اسلئے زاری میں ہے
دل نے کیا دیکھا جو بن دیکھے گرفتاری میں ہے

ذیل کے اشعار میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔ نام تو نہیں لیکن جہاں تک میرے علم میں ہے یہ حضرت مرحوم ہی کی جانب سے ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ؎

آنکھ روتی دیکھ کر دل اس پریشانی میں ہے
جس نے آنکھوں کو رلایا انکی غم خواری میں ہے
بلکہ اس حسرت میں ہے دل پاش پاش اور نیم جاں
کاش میں بھی آنکھ ہوتی اس ترسکاری میں ہے
سب غلط ہے بےچینیٔ دل کا سبب کچھ اور ہے
یہ سلوک کجروی میری تباہ کاری میں ہے
یعنی اس حسرت میں ہے نالاں کہ غضِ بصر کو
جب خدا نے کہہ دیا یہ کیوں سبزہ کاری میں ہے

پنجابی نعت

ای شاہ عرب یک نظر کرم دی بھال جو دل ڈرماندی ہے
تتی رو رو کے بے حال ہوئی تن ہجر و فراق نہ سہاندی ہے
جے میں عرض کراں بیوں عرب بلا کہتے میں عاجز کیتھے شان تیڈا
جے میں صبر کراں ہو سگدا نئیں دل تنگ ہو کر کرلاندی ہے
جلیندی صفت ثنا کرے آپ خدا ہے جن بشر دی طاقت کیا
ہیں حور و ملک قربان سدا واہ شان نبوت تھاندی ہے
جتھے نفسی نفسی پکار ہوسی اوتھاں نظر تیڈی درکار ہوسی
جیندا ہوسیں شفیع توں پاک نبی بیڑی پار ضرور اونہاندی ہے

اشعار اپنے مضامین، عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مدلل نصیحت میں صاف اور واضح ہیں جن کی تشریح اور توضیح کی ضرورت نہیں ——— احقر کو یہی یاد رہ گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے بعض احباب ان کے دوسرے ملحقات بھی یاد ہوں۔ ہاں تحفظ ختم نبوت کے جرم میں جب جب ۶½ ماہ تک آپ سنت یوسفی علی نبینا و علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں پابندِ قید و سلاسل رہے اس وقت بھی ایک نظم اپنے پاکیزہ جذبات کی مظہر تحریر فرمائی تھی جو کہ یاد نہیں۔

(باقی آئندہ)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

منعقدہ ۲۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی۔اے

(گذشتہ سے پیوستہ)

بات دُور چلی گئی۔ میں عرض یہ کر رہا تھا ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ ۵ پھر یہ لوگ جو خدا کے منکر ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں حالانکہ ان کو یوں نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تو آگے فرمایا۔ دیکھو، ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ۵ وہی اللہ تو ہے (رب احسان جتاتا ہے) وہی اللہ تو ہے جس نے بنایا تم کو کیچڑ سے طِیْن مٹی کو کہتے ہیں، کیچڑ سے بنایا تمہارے باپ آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا۔ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ط تمہیں مٹی سے پیدا کیا، تم یہ سمجھتے ہو ہمیں ماں باپ نے پیدا کیا۔ ماں باپ میں قوت کس نے پیدا کی؟ ماں باپ کو قوتِ مردمی کس نے عطا کی؟ خوراک نے۔ خوراک کہاں سے لی؟ مٹی سے ـــ تم تو مٹی سے بنے ہو۔ ہم سب مٹی سے بنے ہیں۔ فرمایا۔ او مغرور انسان! مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ۔ ہم نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ وَفِیْھَا نُعِیْدُکُمْ اور مٹی میں پھر تجھے ملا دیں گے وَمِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی اور پھر ہم تم کو مٹی سے اٹھائیں گے۔ مٹی میں جانے والے! غرور مت کر! "ابو العتاھیہ" ایک شاعر گذرا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ دہریہ تھا۔ اس نے لکھا ہے۔ چند شعر لکھے ہیں، وہ جب ایک دوست کی قبر پر گیا، چونکہ شاعر تھا۔ شعر کہے ہیں بڑے مزیدار، وہ کہتا ہے ؎

مَالِیْ مَرَرْتُ عَلَی الْقُبُوْرِ مُسَلِّمًا
قَبْرَ الْحَبِیْبِ فَلَمْ یُرَدَّ جَوَابِیْ

میں گیا اپنے محبوب کی قبر پر سلام کہنے کے لئے۔ میرے دوست نے کوئی جواب نہ دیا ـــ وہ کہتا ہے۔ اگر وہ جواب دیتا تو کیا کہتا؟ ع

لَوْ کَانَ یَنْطِقُ بِالْجَوَابِ لَقَالَ لِیْ

اگر جواب دینے پر قادر ہوتا تو یہ کہتا۔ ع

اَکَلَ التُّرَابُ مَحَاسِنِیْ وَشَبَابِیْ

میرے محبوب! میری جوانی کو اور میرے حسن و جمال کو تو مٹی کھا گئی۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں چند انسان مٹی کی دستبرد سے محفوظ رہتے ہیں۔ قرآن مجید کے حافظ، اللہ کے لئے اذان دینے والے، انبیاء تو سالم رہتے ہی ہیں، علماء برحق اور بعض روایتوں میں یوں بھی آتا ہے کہ شہداء فی سبیل اللہ (قرآن میں ہے) ان کے بدن بھی سالم رہتے ہیں، اور بھی چند نیک وجود ہیں۔ جن کے بدن سالم رہتے ہیں، مردوں کے بھی، عورتوں کے بھی۔ ایسے اعمال کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ مٹی ہمارے بدنوں کو چھُو ہی نہ سکے۔

تو فرمایا۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ۔ اسی اللہ نے تم کو کیچڑ سے پیدا کیا، مٹی سے پیدا کیا، تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو یا تم سب کو۔ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ط پھر اس نے تمہارے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ تم آتے بھی خدا کے حکم سے، جاؤ گے بھی خدا کے حکم سے۔ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ط اللہ نے تمہارے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، جس کو تم نہیں جانتے، کوئی بھی نہیں جانتا۔ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط کسی کو پتہ نہیں کل میں کیا کروں گا۔ کل تو بڑی لمبی بات ہے (سمجھانے کے لئے فرمائی) کسی کو یہ پتہ نہیں کہ تھوڑی دیر بعد میں کیا کروں گا، میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن پوچھا صحابہ کرام سے کہ بتاؤ تم کو اپنی زندگی پر کتنا کتنا اعتماد ہے؟ حضرت عمر فاروق رضنے عرض کیا کہ اللہ کے نبیؐ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے اتنا اعتماد ہے کہ میں جب ایک طرف نماز میں سلام پھیرتا ہوں تو دوسری طرف پتہ نہیں پھیر سکتا ہوں یا نہیں پھیر سکتا۔ اللہ تعالیٰ بیماریوں سے بچائے، تو انسان کیا جانتا ہے؟ عرض کیا اللہ کے نبیؐ! جب میں ایک طرف سلام پھیرتا ہوں نماز میں، تو پھر مجھے اتنا اعتماد نہیں کہ میری گردن دوسری طرف مُڑ بھی سکتی ہے یا نہیں مُڑ سکتی۔

میرے ایک دوست ہیں، رات کو گیا میں ان کی والدہ کی تعزیت کے لئے، بیمار تو تھیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ پچھلے جمعہ کو (۱۶ ستمبر ۱۹۶۶ء) ان کی والدہ کا انتقال ہوا۔ وہ کہنے لگے کہ دو بجے کا وقت تھا، میری والدہ چارپائی پر بیٹھی تھیں، گھر والوں نے چائے تیار کی۔ بس جب چائے لے کر ملازمہ قریب پہنچی تو دو چھینکیں میری والدہ کو آئیں اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (کتنی پیاری موت ہے؟ اللہ سب کی موتوں کو آسان فرمائے) وَجَآءَتْ سَکْرَۃُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ط ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْہُ تَحِیْدُ ط موت کا نشہ بھی آئے گا جس سے تو بھاگتا ہے۔ کہاں بھاگ کر جائے گا؟ (اللہ سکرات موت سے سب کو بچائے۔ موت تو لازمی ہے بھائی!) تو کتنی نیک بخت وہ خاتون تھی، بہت اچھی وہ عورت تھی میں جانتا ہوں، اپنی زندگی غریبوں کے ساتھ بڑی اچھی گذاری۔ پیار کیا غریبوں کے ساتھ، مسکینوں کے ساتھ۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ اور مجھے رات کو اُن کے بیٹے نے بتایا۔ (بچیاں بھی موجود ہیں، میں ان سے تھوڑا سا خطاب کرنا چاہتا ہوں) کہنے لگے۔ (بیٹا بھی اب تقریباً بوڑھا ہے) کہ میں نے ایک دن اپنی امی سے پوچھا کہ "اماں جی! آپ ہر نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھتی ہیں یہ کیا پڑھتی ہیں" (عصر کی نماز کے بعد نفل نہیں ہوتے، صبح کی نماز کے بعد بھی نہیں، باقی تینوں نمازوں کے بعد نفل پڑھنے جائز ہیں) تو انہوں نے فرمایا۔ میرے بچے! میں یہ دو رکعت نماز نفل نماز پڑھتی ہوں۔ مجھے میرے شیخ نے، میرے پیر برحق نے بتایا کہ "دو رکعت نماز نفل۔ سنگ قبر گا"۔ قبر کے میرے ساتھی بنیں گے یہ دو رکعت نماز نفل۔ پیر بھی کوئی نیک تھا کہ قبر کا حساب سکھایا۔ یہاں تو کہتے ہیں کہ "مرنے والے والے کا ٹھیکیدار میں ہوں، مجھے بس

ایک کار خرید دو، قبر جانے اور میں جانوں (یہ پتہ نہیں کہ وہاں اُس کا کیا حال ہونا ہے اور اس کا کیا حال ہونا ہے)، اللہ تعالےٰ غیر شرع پیروں سے سب کو بچائے۔ اور پابند شرع پیروں کی جوتیاں بھی چومنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو شریعت کے پابند ہیں، نماز روزے کے پابند ہیں، اللہ اللہ کرنے والے ہیں۔ لیکن جو مریدوں کو کہتے ہیں کہ خدا کے باغی بن جاؤ، میرے پیچھے آؤ، وہ تو اللہ تعالےٰ کے نافرمان ہیں۔ اس لئے مَیں نے عرض کیا خدمت میں کہ موت کی سختی تو لازمی چیز ہے تو قرآن مجید نے فرمایا۔ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ط پھر مَیں نے تمہارے لئے ایک وقت مقرر کیا ہے، اور وہ وقت، تم کو پتہ نہیں، لیکن آتا ضرور ہے۔ تم جانتے ہو۔ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَہٗ اور ایک اور وقت بھی اس کے ہاں مقرر ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ پھر تم اس میں شک کیوں کرتے ہو؟ یہاں دو اجلیں ہیں۔ ایک ہے موت کی اجل، ایک ہے قیامت کی اجل — موت کی اجل کے متعلق فرمایا۔ قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ تمہارا وہ رب جو تمہیں موت دیتا ہے۔ موت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یعنی روس نے کبھی انکار کیا تھا خدا ہے ہی نہیں۔ سٹالن کہاں گیا ہے؟ لینن کہاں گیا ہے؟ سارے ختم ہو گئے۔ خروشیف کہاں گیا ہے؟ ختم شد — سیاسی زندگی، حکومت کی زندگی ختم ہو گئی۔ تو اس کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ موت کو سب جانتے ہیں، اس پر تو ایمان رکھتے ہیں، خواہ ایمان باللہ ہو یا نہ ہو۔ یہ مانتے ہیں وقت آئے گا ہم سب ختم ہو جائیں گے۔

تو فرمایا۔ کہ اے میرے بندے —! اسی طرح ایک اور وقت بھی آنے والا ہے۔ جب تم قبروں سے اٹھوگے، پھر اس میں کیوں شک کرتے ہو؟ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ فرمایا۔ جب صور میں مَیں پھونکوں گا۔ ونجلی میں آواز ہو گی، بگل بجے گا۔ قبروں میں سے نکل کر دوڑیں گے خدا کی طرف۔ تو اللہ تعالےٰ نے اسی لئے فرمایا کہ مَیں نے تمہیں کیچڑ سے پیدا کیا اور پھر ختم کرنے والا تم کو مَیں، قبروں سے نکالنے والا مَیں اور تمہاری ساری کائنات کا خالق مَیں، تمہارے ارادوں کو جاننے والا مَیں، پھر تم مجھ سے کیوں منہ موڑتے ہو؟

وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ۔ اور وہی تو معبود ہے آسمان میں بھی، اور وہی معبود ہے زمین میں بھی — اسی کی سدا بادشاہی اسی کی سدا حکمرانی، اسی کی سدا الوہیت ہے

سروری زیبا فقط اک ذاتِ بے ہمتا کو ہے
پاسباں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

اور فرمایا۔ مَیں کتنا علیم خدا ہوں؟ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَ جَهْرَکُمْ۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے تمہاری چھپی باتوں کو اور تمہارے سامنے کے اعمال کو۔ وَ یَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ۝ اور وہ بھی جانتا ہے جو کچھ تم کماتے ہو، جو کرتے ہو، وہ بھی جانتا ہے، پھر اتنے عظیم خدا سے تم کیوں اپنے منہ کو موڑتے ہو؟ جو عظیم خدا تمہارا خالق، تمہارا مالک، تمہارا رازق تم پر متصرّف، جس کے حکم کے بغیر تم ایک انچ نہیں چل سکتے۔ پھر تم اس خدا سے کیوں اپنے آپ کو ہٹاتے ہو؟ اس خدا کے سامنے سربسجود ہو۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط پہ عامل رہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ط

خیر المدارس

مدرسہ خیر المدارس ملتان مخدوم العلماء و صلحاء، جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا خیر محمد جالندھری دامت برکاتہم کے زیرِ اہتمام عرصۂ دراز سے دینِ قیّم کی قابلِ قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس نظم میں خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مدرسہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا تھا — جسے بطور تبرک پیش کیا جا رہا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس چمنستانِ علوم و معارف کو سدا بہار رکھے۔ آمین!

عجب ہے پہ انوارِ خیر المدارس — خدا کا ہے گلزارِ خیر المدارس
یہاں پڑھنے والے ہیں سب اہلسنت — نبیؐ کا ہے بازارِ خیر المدارس
طریقِ سلف پر ہے یہ چلنے والا — ہے بدعت سے بیزارِ خیر المدارس
پڑھاتا ہے علم اور سکھاتا ہے تقویٰ — بناتا ہے دیندارِ خیر المدارس

یہاں مجمعِ اہلِ علم و عمل ہے — یہ ہے بزمِ اخیارِ خیر المدارس
پئے نصرت و حفظِ دیں ہے یہ گویا — سپر اور تلوارِ خیر المدارس
یہ ہے نہرِ جاری کہ علم و عمل کے — بہاتا ہے انہارِ خیر المدارس
چلو اہلِ خیر ہے اجر کی یہ منڈی — بجز اکا ہے بازارِ خیر المدارس
نہیں لیتا چندہ بلا طیبِ خاطر — کسی پر نہیں بارِ خیر المدارس
کرے مندفع کارسازِ حقیقی — ترے سارے افکارِ خیر المدارس
رہے حق پہ تو تا قیامت سلامت — بایں نیک اطوارِ خیر المدارس
مگر سر پہ ہے ظلِّ اشرف جو تجھ پہ — برستے ہیں انوارِ خیر المدارس
جو بانی ہیں خیر محمد تو پھر کیوں — نہ ہوں نیک آثارِ خیر المدارس

یہ احوال سن کر ہے مجذوب خواہاں
کہ دیکھے وہ اک بار خیر المدارس

★

عبدالہادی لاہور

قبر مٹی کا ڈھیر لیکن عبرت کا مقام

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ (پ الرحمٰن)

ترجمہ۔ جو (مخلوق) زمین پر ہے، سب کو فنا ہونا ہے، اور تمہارے پروردگار، ہی کی ذات (با برکت)، جو صاحب جلال و عظمت ہے باقی رہے گی"۔

جن کے ناموں سے لرزتے تھے زمین و آسمان
خاموش قبروں میں پڑے ہیں، ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں

موت پیدائش کا منطقی اور ناگزیر نتیجہ ہے۔ جو پیدا ہوگا، بالآخر اُسے مرنا ہے۔ اس سے فرار ممکن نہیں، مرنا وہ سفر ہے، جس کا انقطاع نہیں، وہ جدائی ہے، جس کے بعد وصال نہیں، وہ گمشدگی ہے، جس کی کبھی بازیافت نہیں۔ وہ غشی ہے، جس سے افاقہ نہیں۔ اور وہ بیگانگی ہے جس کے پیچھے کوئی تعلق نہیں۔ موت وحیات کی حقیقت انسان پر اُسی وقت کھلتی ہے، جب اُس کی زندگی اور موت دونوں خدا کے لئے ہو جاتی ہیں نفسانی خواہشات کے حصول کے لئے زندہ رہنے والے پر نہ زندگی کی حقیقت آشکارا ہو سکتی ہے، اور نہ موت ہی کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے، کہ رضائے حبیب کا دوسرا نام ہے۔

بڑے بڑے سورما جن کے نام سے کانپتے تھے، قدرت کے فیصلے سامنے اُن کو بھی جھکنا پڑا۔ موت سے وہ بھی شکست کھا گئے۔

کیا تم کبھی اُن جگہوں سے گزرے ہو، جہاں چھوٹی چھوٹی گھاس اُگتی ہے، مٹی کے ڈھیروں کے نشانات سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ قبریں ہیں۔ قبر بظاہر مٹی کا ڈھیر لیکن اس کے اندر حسرت ہی حسرت اور عذاب ہی عذاب ہے، اوپر پتھروں میں طرح طرح کی گلکاریاں، مگر اندر جہنم کی بلائیں، اور آگ کے شعلے۔ قبر کی جوش زنی کا اندازہ کرنا ہو، تو ہنڈیا کو چولھے پر کھولتے ہوئے دیکھئے خدا کی قسم! قبر ایسی نصیحت کرتی ہے۔ کہ کسی واعظ کے ...... وعظ کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ قبر ہر پاس سے گزرنے والے کو پکار پکار کر کہتی ہے "اے دنیا کے تعمیر کرنے والو! تم اُس گھر کو بنانے میں بڑی محنت کرتے ہو، جو ایک نہ ایک دن برباد ہو کر رہے گا، لیکن اس گھر کی فکر نہیں کرتے، جس کی طرف دوڑے چلے آرہے ہو، اور ہمیشہ اس میں رہنا ہے، تم ایسا گھر بناتے ہو، جس کا فائدہ لوگوں کو پہنچے گا، اور ان گھروں کی تعمیر نہیں کرتے، جس میں تم ہمیشہ رہنے والے ہو، خدا جانے تم پر کیسی غفلت طاری ہو چکی ہے، جو مجھے یاد نہیں کرتے، کہ آخر مجھ میں ہی تمہیں ایک دن آنا ہے یہ وہ گھر ہے، جس میں اس کا مالک دوڑ کر آتا ہے، اور اپنے اعمال کو جو دنیا میں کر کے آتا ہے، یہاں رکھا ہوا پاتا ہے"۔

قبر دنیا کی کھیتی کا کھلیان ہے۔ اور مقام عبرت۔ کسی کے واسطے جنت کا باغیچہ، اور کسی کے واسطے جہنم کا گڑھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پینے کے لئے پانی منگا۔ کورے لوٹے میں پانی لایا گیا۔ لوٹا بھی گرم تھا اور پانی بھی کڑوا اور گرم۔ حضرت گنگوہیؒ نے سب حاضرین کو کلمہ شریف پڑھنے اور دعا مانگنے کے لئے کہا۔ پھر پانی منگایا گیا، تو پانی بھی ٹھنڈا اور میٹھا اور لوٹا بھی ٹھنڈا تھا۔ آپؒ نے فرمایا "یہ لوٹا کسی ایسے مردے کی مٹی سے بنا ہوا ہے، جس کو عذاب ہو رہا ہے۔ اب کلمہ شریف کی برکت سے عذاب ٹل گیا ہے، اور لوٹا بھی ٹھنڈا ہو گیا ہے"

غور کیجئے، دل کی گہرائیوں سے سوچئے۔ یہ قبر جو دیکھنے میں صرف ایک مٹی کا ڈھیر اور انتہائی پُر سکون معلوم ہوتی ہے، خدا جانے اندر کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے، کہ قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے، تو تم شاید مردے دفناتے ہی نہ آؤ۔

قرآن پاک میں فرمایا گیا

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ (یٰس۔ پ)

ترجمہ۔ اور (جس وقت)، صور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے (نکل کر)، اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے، کہیں گے اے ہے، ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھایا، یہ وہی تو ہے، جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

اے غافل انسان تو دنیا کی بے ثباتی پر کیوں ناز کرتا ہے، کیا تو اس بات سے بے خبر ہے، کہ آخر تجھے یہاں ہمیشہ نہیں رہنا، تجھے فنا ہی فنا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کا ارشاد ہے اے زمانہ تیرا بُرا ہو، تو کیسا بے وفا دوست ہے، صبح و شام تیرے ہاتھوں کتنے مارے جاتے ہیں، زمانہ کسی سے رعایت نہیں کرتا کسی سے عوض قبول نہیں کرتا، اور سارا معاملہ تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، ہر زندہ موت کی راہ پر چلا جا رہا ہے"۔ حضرت امام حسینؓ کے اس ارشاد سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے، کہ ہر لمحہ جو گزرتا ہے، انسان کو موت کے قریب کر دیتا ہے، اور انسان گویا تیزی سے موت کی طرف دوڑا جا رہا ہے۔ پھر کیوں بادشاہ اپنی بادشاہت پر ناز کرتا ہے، اور سرکشی اور ظلم و سفاکی اختیار کرتا ہے، کیا وہ گمان کرتا ہے، کہ یہ وقت ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ یہ دنیا کبھی کسی کی نہیں ہوئی، اور اگر یہ کسی سے وفا کرتی، تو پہلے آنے والے باقی رہتے، اور موت کا وقت نہ آتا۔ یاد رکھو اس زمین کو بڑے بڑے سرکشوں اور بڑے بڑے بادشاہوں نے روندا ہے۔ مگر انجام کار زمین نے اُن روندنے والوں کو بھی اپنے اندر چھپا لیا، اور لوگ اُن کے ناموں تک کو بھول گئے۔

انسان، خواہ بوڑھا ہو یا جوان، ہر ایک کو موت کا ذائقہ چکھنا پڑے گا۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ تیری جوانی تجھے دھوکہ نہ دے، یہ عنقریب تجھ سے چھین لی جائے گی"۔ غور کریں، دل کی گہرائیوں سے سوچیں، آخر ہر نفس کو موت کی پُر خار وادی سے گزرنا ہے، نیک اور صالح لوگوں کے لئے موت تو گویا رضائے حبیب کا دوسرا نام ہے، وہ اس سے غمگین اور خوف مطلق نہیں کھاتے۔ اس کے برعکس ہم جیسے گناہ گار انسانوں کے لئے عبرت ہی عبرت ہے، ہمیں ہر لمحہ اور ہر وقت اس کا تصور ذہن میں رکھنا چاہئے، کیونکہ یہ اٹل ہے، اور جب آئے گی موت، تو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ کیا تم نے قبرستان سے گزرتے وقت کبھی یہ سوچا ہے، آخر یہ ہمارے ہی بھائی تھے، پھر کیا ہوا، موت سے وہ بھی

سیاہی کا سماں ہوتا ہے۔ایک الگ ہی جہاں آباد ہے، خدا جانے کیسی کیسی صورتیں اس خاک میں پنہاں ہیں خدا جانے ان پر کیا بیت رہی ہے۔قبر کے یہ ڈھیر عبرت ہی عبرت سے لبریز ہیں، آخر اس زندگی جس پر ہم آج ناز کرتے ہیں، اس کا انجام کیا ہے، خدا جانے۔یہاں کب تک سوئے رہنا ہے ؎

کچھ نشاں ملتا ہے یاں تک بعد ازاں کچھ بھی نہیں

بقیہ : درسِ قرآن

یا اللہ! اس درس مقدس کو قبول فرما۔ اپنے نیک بندوں کی رفاقت نصیب فرما۔ بھائی! آپ جانتے ہیں، ہمارے بہت بڑے دینی رہنما، ہم سب کے واجب الاحترام مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا ۳۰ر اگست ۶۶ء کی شب کو وصال ہو چکا ہے۔اس پاکیزہ مجلس میں ان کی مغفرت اور رفع درجات کے لئے دعا کیجئے۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبر کو پُر نور فرمائے۔ اللہ ان پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اگر ان کی کوئی بشری کمزوریاں ہوں تو اللہ تعالےٰ معاف فرمائے اللہ تعالےٰ امت کو ان کا نعم البدل نصیب فرمائے۔ہمارے دوست حکیم صاحب ہیں ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ان کی بھی مغفرت کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالےٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ان کی قبر کو پُرنور فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ان سب بھائیوں کو اس سے زیادہ ہمت عطا فرمائے کہ ایسے دینی درس ہمیشہ قائم ہوتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خوش خبری

اہالیانِ راولپنڈی کی خوش قسمتی ہے کہ مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہٗ رہائی کے بعد اپنے دولت کدہ پر پہنچ گئے ہیں اور عیدالاضحیٰ کے بعد جامع مسجد بھوسہ منڈی راولپنڈی میں باقاعدہ خطابت و تدریس کے فرائض انجام دینے لگیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

بچوں کا صفحہ

کھانے پینے میں حضورؐ کی سنت

کمال الدین مدرسس لاہور کارپوریشن

پیارے بچو! آج کی فرصت میں ہم آپ کو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے بارے میں کچھ باتیں بتانا چاہتے ہیں۔ انکو غور سے پڑھئے اور پھر ان پر عمل کر کے ثواب حاصل کیجئے۔ پڑھ لینا کافی نہیں عمل ضروری ہے۔ ہمارے حضورؐ اللہ پاک کے اس قدر شکر گزار تھے کہ اللہ پاک کی معمولی سے معمولی نعمت کو بھی بہت بڑی شمار کرتے تھے اور پھر یہ کہ جو کچھ کھانے کے لیے سامنے آ جاتا چاہیے وہ بڑھیا ہوتا یا گھٹیا کھا لیتے۔ واپس نہ کرتے۔ ہاں اگر صدقہ کا ہوتا تو قبول نہ فرماتے۔ اور اگر کسی دن کچھ بھی نہ ملتا تو نہ اس کی فکر کرتے اور نہ جستجو۔ بارہا ایسا ہوا کہ کئی کئی دن بغیر کھائے گزر جاتے اور شدت بھوک کی وجہ سے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیے جاتے۔ بعض دفعہ تو مہینے گزر جاتے کہ دولت کدہ میں چولھا ٹھنڈا ہی پڑا رہتا۔ مگر کیا مجال کہ صبر و شکر میں ذرا بھی فرق آ جائے۔

جب حضورؐ کھانے کے لیے تشریف فرما ہوتے تو پہلے ہاتھ دھو لیتے اور پھر بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے کھانا نہ تو بہت ہی گرم کھاتے اور نہ ہی زیادہ ٹھنڈا۔ آج کل کی طرح چھوٹی چھوٹی طشتریوں میں مختلف قسم کے کھانے سجا کر میز کرسیوں پر بیٹھ کر نہ کھاتے بلکہ زمین ہی پر دستر خوان بچھا دیا جاتا۔ اور اسی پر ایک ہی تھال میں بہت سے آدمی کھا لیتے۔ ہمیشہ آپؐ نے دائیں ہاتھ ہی سے کھایا ہے اور پیا ہے۔ ہمارے لیے بھی یہی سنت ہے کہ ہم بھی دائیں ہاتھ سے کھائیں پئیں اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کریں اور استنجا کریں۔ مگر ہم بہت سے مسلمان بھائیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھاتے پیتے ہیں۔ انگریزی فیشن کے لوگ اس میں زیادہ مبتلا ہیں۔ انگریز کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا پیتا تھا۔ اس لیے انہوں نے بھی انگریز ہی کی سنت کو بحال رکھا ہے۔ اپنے نبی کی سنت سے محروم ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ تمہاری بخشش کون کروائیں گے۔ تو جواب ملے گا کہ ہمارے حضورؐ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمل انگریز کی سنت پر اور امید یہ ہے

ایں خیال است و محال است و جنوں خدا کی شان ہے کہ یہ لوگ تو انگریز کے ایسے ہتھے چڑھے ہیں کہ اگر ان کو کوئی نیک بات یا دین کی بات بتائی بھی جائے تو غصہ ہوتے ہیں۔ لڑنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنٹلمین لوہاری دروازے کی باہر والی سبیل پر پانی پینے لگا۔ اسی انگریز کی سنت کے مطابق بائیں ہاتھ سے پینا شروع کیا۔ میں نے اسے ٹوکا۔ بابو صاحب دائیں ہاتھ سے پیجئے ثواب ہوگا۔ مسلمان دائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور کافر بائیں سے اول تو وہ مجھے غصہ کی نظر سے گھورنے لگا۔ اور پھر بولا دائیں بائیں کی کوئی بات نہیں۔ پانی ہی پینا ہے۔ کسی ہاتھ سے پی لیا۔ یہ تو تم جیسے ملاؤں نے یونہی مسئلے گھڑ رکھے ہیں۔ یہ ہے انگریز کی تعلیم اور صحبت کا اثر۔ کافر کی ادا اسے اچھی لگی۔ اور اپنے رسولؐ کے طریقے کو کیسی بری طرح محسوس کیا۔ واقعی حضرت مولانا شیخ التفسیر ٹھیک فرمایا کرتے تھے کہ اے انگریز تھا تو تو کافر۔ مگر میں تیری عقل کی داد دیتا ہوں کہ تو نے مسلمان زادوں پر وہ جادو کیا کہ ان میں سے بہتوں کو بے دین بنا گیا۔ بلکہ دین کا دشمن بنا گیا ہے۔

حضورؐ اللہ پاک کی نعمتوں میں کوئی عیب یا برائی ہرگز نہ نکالتے۔ بلکہ کھانا اگر پسند آتا تو کھاتے۔ ورنہ ہاتھ کھینچ لیتے فارغ ہونے کے بعد جب کھانا اٹھایا جاتا تو پھر ہاتھ دھوتے اور کلی کرتے اور یہ فرماتے کہ اس خدا کا شکر ہے۔ جس نے ہمیں کھانا کھلایا سیراب اور شاداب کیا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

آپؐ بالکل سادہ کھانا نوش فرماتے تھے تکلفات کا آپ کے ہاں بالکل نام نہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت امام حسنؓ اور ان کے دو ساتھی حضرت سلمٰیؓ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ حضورؐ کو جو کھانا پسند تھا وہ ہمیں پکا کر کھلائیں۔ حضرت سلمٰیؓ نے کہا کہ حضورؐ تو بہت سادہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ اس کو تو تم پسند بھی نہ کرو گے حضرت حسنؓ بولے نہیں ہم ضرور پسند کریں گے۔ آپ ضرور پکائیں۔ حضرت سلمٰیؓ اٹھیں تھوڑے سے جو چکی میں دل کر ہنڈیا میں ڈالے۔ ذرا سا زیتون کا تیل ملا کر اور کچھ نمک مرچ اور زیرہ چھڑک کر فرمایا۔ کہ یہ کھانا حضورؐ کو بہت مرغوب تھا۔

اس زمانہ میں چھلنی کا رواج تو نہ تھا۔ بس جو کا آٹا پیس کر پھر پھونک مار کر چھلکا اڑا دیا جاتا تھا۔ اور جیسی چپاتیاں آج کل ہمارے ہاں پکتی ہیں۔ ایسی حضورؐ نے نہ کبھی پکوائیں اور نہ کھائیں اور حد یہ ہے کہ جو کی روٹی بھی عمر بھر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ اس لئے نہیں کہ آمدنی کچھ کم تھی۔ بلکہ اس لئے کہ حضورؐ کے مال میں فقیر۔ مسکین یتیم اور بیوہ برابر کے حقدار تھے۔ جو کچھ آتا تھا وہ اسی وقت ان پر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

نمک اور سرکہ کی حضورؐ نے بڑی تعریف فرمائی کہ ان سے غریب سے غریب بھی بڑے مزے کے ساتھ روٹی کھا سکتا ہے۔ پیٹ بھر کر آپ کبھی نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ کچھ بھوک رکھ لیا کرتے تھے۔ تر چیزوں کو تین انگلیوں سے کھاتے اور ختم پر ان کو چاٹ لیتے اور آج کل تو انگلیاں چاٹنے اور برتن صاف کرنے کو کسر شان سمجھا جاتا ہے۔ اس خیال سے کہ دیکھنے والے یوں کہیں گے کہ یہ تو بڑا ندیدہ ہے جیسے اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

ہڈی میں ذرا بھی گوشت ہوتا پھینکنے کی اجازت نہ دیتے۔ گری ہوئی چیز کو فرماتے کہ اس کو صاف کر کے کھا لو۔ دستر خوان پر جو ٹکڑے وغیرہ گر جاتے ان کے کھا لینے کو برکت کا سبب فرماتے۔

ہدیہ کی چیز تو ہمارے حضورؐ شوق سے کھا لیتے تھے۔ مگر صدقہ کی چیز ہرگز نہ کھاتے تھے۔

پانی۔ دودھ۔ لسی اور شربت وغیرہ پیتے تو بیٹھ کر خوب اطمینان سے تین سانس لے کر پیتے اور ہر دفعہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیتے تھے۔

حضورؐ کی عام غذا جو کی روٹی ستو چھوارے، گوشت اور دودھ تھی۔

ٹیلیفون ۶۷۵۳۵

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۸۱-۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD ۹-۲-۴۶۶/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۳ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔